اشاعت کا ۶۳ واں سال

یادگار : شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

صدرِ مجلس
سعدیہ راشد

مدیرِ اعلا
مسعود احمد برکاتی

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۱۰ — جلد ۶۳

ذی الحج ۱۴۳۶ ہجری
محرم الحرام ۱۴۳۷ ہجری

اکتوبر ۲۰۱۵ عیسوی

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰-امریکی ڈالر

ٹیلے فون — 36620945 سے 36620949
36616001 سے 36616004

ایکسٹینشن — (054 یا 052 یا 066)

ٹیلی فیکس نمبر — (92-021) 36611755

ای میل — hfp@hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org

ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org

ویب سائٹ ادارۂ سعید — www.hakimsaid.info

فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

”ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔“

قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارۂ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

ISSN 02 59-3734

سرورق کی تصویر — جعفر بھٹو، کراچی

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن حکیم کی سورۂ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔'' (آیت ۱۱۹)

اس فرمان میں صدق یعنی سچائی کی تعلیم بڑی خوب صورتی سے دی گئی ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ گویا سچے لوگ ایک جماعت ہوتے ہیں۔ اصل میں اسلام لانے کا سب سے بڑا تقاضا سچائی اختیار کرنا ہے اور مسلمان صرف سچّوں کی جماعت میں ہی شامل ہو سکتا ہے۔

سچ بولنے میں بعض وقت بڑی مشکلات بھی پیش آتی ہیں، لیکن سچے لوگ کسی مشکل، کسی خطرے کی پروا نہیں کرتے، بلکہ اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرتے، مگر ایسے لوگ معمولی نہیں ہوتے۔ بہت بڑے، بہت عظمت والے لوگ ہوتے ہیں۔ صحیح معنی میں روشنی کا مینار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سچائی اور حق کا اُجالا پھیلانے کے لیے جان قربان کرنے والی اعلا مثال ہیں۔ آپؓ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ مسلمان کبھی غلط بات قبول نہیں کرتا، کبھی بے جا دباؤ میں نہیں آتا، کبھی سچائی کے اظہار سے نہیں چوکتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عمل سے گواہی دی کہ اسلامی حکومت کا سربراہ صرف سچا، پاک باز، ایمان دار اور اہل انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اسی گواہی کو شہادت کہتے ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت نے اسلامی تاریخ کا رُخ موڑ دیا اور ہمیشہ کے لیے مسلمانوں کو صحیح طریقۂ حکومت بتا دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

(ہمدرد نونہال جولائی ۱۹۹۳ء سے لیا گیا)

اکتوبر ۲۰۱۵ء کا شمارہ پیش ہے۔ اکتوبر کا مہینا بہت اہم ہے۔

۱۶- اکتوبر ۱۹۵۱ء کو قائد ملت لیاقت علی خاں کی شہادت ہوئی۔

۱۷- اکتوبر ۱۹۹۸ء کو پاکستان کے ایک عظیم خدمت گار حکیم محمد سعید کو شہید کر دیا گیا۔

شہیدِ پاکستان کی زندگی کا والین مقصد علم کی اشاعت تھا۔ حکیم صاحب کی زندگی بہت سادہ تھی۔ پاکستان آ کر جس مکان میں ٹھیرے تھے اسی میں آخر تک رہے، لیکن قوم کی تعلیم کے لیے اسکولوں اور یونی ورسٹی کے لیے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں۔

شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید کی زندگی قوم کے لیے ایک نمونہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ نونہال بھی اپنی زندگیاں علم اور خدمت کے لیے اسی طرح ایک مثال بنائیں۔ ☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہو۔

مرسلہ : سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادخان

حضرت عائشہ صدیقہؓ

سچائی کی مشعل جہاں ملے، اس سے فائدہ اُٹھاؤ، یہ نہ دیکھو کہ مشعل کس کے ہاتھ میں ہے۔

مرسلہ: عبدالجبار روی انصاری، چوہنگ، لاہور

حضرت مجدد الف ثانیؒ

گناہ سرزد ہونے کے بعد انسان کی ندامت، توبہ کی ایک شاخ ہے۔ مرسلہ: پارس احمد خان، اورنگی ٹاؤن

شیخ سعدیؒ

خاک سے بنے انسان میں اگر خاکساری نہ ہو تو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

مولانا محمد علی جوہر

علم ایک ایسا بادل ہے، جس سے رحمت ہی رحمت برستی ہے۔ مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

شہید حکیم محمد سعید

محنت کی عادت ہر حال میں مفید اور ہر لحاظ سے ضروری ہے۔ مرسلہ : عرشیہ نوید حسنات، کراچی

سقراط

اپنا وقت دوسروں کی تحریروں کے مطالعے سے اپنی قابلیت بڑھانے میں صرف کرو۔

مرسلہ : محمد عزیر چشتی، ڈیرہ غازی خان

ملٹن

جو شخص مصیبت کا بوجھ خوش اسلوبی سے اُٹھا سکتا ہے، وہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے۔

مرسلہ : روبینہ ناز، کراچی

فرینکلن

خوب پیٹ بھر کر کھانا انسان کو کند ذہن بنا دیتا ہے۔

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

اسپینی کہاوت

بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں نہ ڈالو اور بغیر پڑھے کسی کاغذ پر دستخط نہ کرو۔

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

پیغام

محمد شفیق اعوان

جگنو کی مانند شمع جلاؤ
بھٹکے ہوؤں کے کام آؤ
ظلم کی اندھی نگری میں
امن و وفا کے دیپ جلاؤ
سب کی خدمت کرنا سیکھو
محتاجوں کے تم کام آؤ
کھیلو، کودو شوق سے لیکن
کام سے اپنے جی نہ چراؤ
لڑنا جھگڑنا ٹھیک نہیں ہے
پیار محبت سے پیش آؤ
کام کرو تم نیکی کے سب
پاس بُرائی کے مت جاؤ
جہدِ مسلسل سے تم بچّو!
منزل کی جانب بڑھتے جاؤ

مٹی کا روشن دیا

مسعود احمد برکاتی

میرزا ادیب صاحب بہت بڑے ادیب تھے۔ انھوں نے بڑوں کے لیے بہت لکھا اور بچوں کے لیے بھی بہت لکھا اور خوب لکھا۔ ہمدرد نونہال کے لیے بھی بڑی دل چسپ، مفید کہانیاں لکھیں۔ افسوس ۳۱ جولائی ۱۹۹۹ء کو میرزا صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہاں میں اپنی وہ تحریر دوبارہ شائع کر رہا ہوں، جو میں نے ستمبر ۱۹۸۳ء میں لکھی تھی۔ یہ تحریر میرزا صاحب کو بھی پسند آئی تھی۔ اس تحریر میں بچوں، بڑوں سب کے لیے سبق ہے۔

۱۹۹۹ء میں میرزا صاحب کا انتقال ہوا تو اس وقت بھی میں نے ہمدرد نونہال ستمبر ۱۹۹۹ء میں ''ادیبوں کے ادیب'' کے عنوان سے ایک صفحہ لکھا تھا۔

دلاور ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ اس کے والد پڑھے لکھے نہیں تھے۔ وہ درزی کا کام کرتے تھے، مگر وہ بھی دل لگا کر نہیں۔ انھیں بیٹے کو تعلیم دلانے سے بھی دل چسپی نہیں تھی۔ ان کا غصہ بہت تیز تھا۔ انھوں نے کئی بار بیٹے کی کتابیں غصے ہو کر بھٹی میں جلانے کی کوشش کی۔ دلاور کی ماں بھی پڑھی لکھی نہ تھیں، ہاں قرآن شریف پڑھ سکتی تھیں اور روزانہ صبح پابندی سے تلاوت کرتی تھیں۔ وہ ایک نیک، خدا ترس، خدمت گزار اور ایثار پیشہ خاتون تھیں۔ انھوں نے پوری زندگی اپنے سُسرال کے ہر فرد کی خدمت کرنے میں صرف کی۔ وہ پہلے گھر کے ہر آدمی کو کھلاتیں، پھر جو بچ رہتا، اس سے اپنا پیٹ بھرتیں۔ گھر والوں کے لیے تازہ روٹیاں پکاتیں، خود باسی روٹی سے پیٹ بھر لیتیں۔

دلاور کی دادی نے پوتے کو پہلے ایک بڑھئی کے سپرد کیا کہ اسے بھی اپنی طرح استاد بناؤ، لیکن مستقبل کا یہ مشہور ادیب چند دن سے زیادہ بڑھئی استاد کی شاگردی نہ کر سکا اور ایک دن

اس کے حقے کی چلم توڑ کر جو آیا تو پھر واپس نہ گیا۔ اس کے بعد دادی اس کو ایک لوہار کے سپرد کر آئیں، مگر دلاور کی نازک سی جان پر رحم کھا کر اور ہتھوڑے چلانے کا نااہل سمجھ کر لوہار نے ساتویں روز خود ہی اس کو رخصت کر دیا۔

آخر دلاور کے پھوپا کو رحم آیا تو انھوں نے اس کو میونسپلٹی کے ایک اسکول میں داخل کرا دیا۔ دلاور کے دادا پڑھے لکھے آدمی تھے، لیکن ان کی اولاد علم کے دانے نہ چگ سکی تھی۔ دادا کے بعد پوتے دلاور کے نصیب میں تھا کہ وہ علم کے موتی چُن سکے۔ ماں نے ایک سفید کپڑے کو نیلا رنگ کر کے اس کا بستہ بنا دیا اور اس میں ایک قاعدہ، سلیٹ، سلیٹی، قلم اور کاپی ڈال دی۔ پہلے دن اسکول جاتے وقت بیٹے کا ماتھا چوما اور اپنے دوپٹے کے پلو سے کھول کر دو پیسے ہاتھ پر دھر دیے اور رخصت کرتے وقت کہا:

''دِلّور! گند بلا نہ کھانا، تانگے گھوڑے سے بچ کر چلنا۔''

خود علم کی نعمت سے محروم ماں کو جہالت کے اندھیرے کا خوب اندازہ تھا۔ وہ علم سے محروم تھی، مگر علم کی محبت سے محروم نہ تھی۔ علم نہ ہونا جہالت ہے، لیکن اگر کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ جاہل ہے، تو یہ بھی ایک طرح کا علم ہے۔ جو آدمی یہ جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا، میں اس کو جاہل نہیں کہتا۔ کم سے کم آدھا علم تو اس کو حاصل ہے۔ درزی کا بیٹا بڑھئی اور لوہار کی دکانوں سے ناکام واپس آ جانے والا ''چوہے کی طرح کم زور'' دِلاور علم کے راستے پر چلنے لگا۔

دلاور پرائمری سے ہائی اسکول اور وہاں سے کالج کی سطح تک پہنچا۔ دل لگا کر پڑھا۔ یکسوئی سے امتحانات دیے۔ اس کو خوش قسمتی سے اچھے اچھے استاد بھی ملے اور لائق ساتھی بھی، جن میں بہت سے آگے چل کر خود مشہور ادیب بنے۔

دلاور کو اسکول کے زمانے ہی سے شاعری اور ادب کا شوق ہو گیا تھا۔ وہ نظمیں بھی لکھتا

تھا اور کہانیاں بھی۔ اس کی تحریریں رسالوں میں بھی چھپنے لگی تھیں۔ ماں کے حوصلہ بڑھانے سے دلاور میں تعلیم کا شوق اور استادوں کے دل بڑھانے سے ادب کا ذوق بڑھتا گیا۔ یہ کم زور جسم والا لڑکا جلد ہی تعلیم سے فارغ ہو کر ادیب اور مدیر بن گیا اور میرزا ادیب کے نام سے ملک میں مشہور ہوا۔ جب اس کی پہلی کتاب ''صحرانورد کے خطوط'' شائع ہوئی تو میرزا ادیب نے اس کا انتساب اپنی ماں کے نام کیا اور جب ایک پڑوسی نے ماں کو یہ بات بتائی تو ماں کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ انھوں نے پوچھا:

''دِلور! تو نے میری کتاب لکھی ہے!''

ادیب بیٹے کی سادہ دل ماں یہ تو نہیں سمجھ سکی کہ کوئی مصنف اپنی کتاب اُس شخصیت کے نام منسوب کرتا ہے، جس سے اُسے فیض پہنچا ہوتا ہے، مگر اس کو اس پر اطمینان اور فخر ضرور ہوا کہ اس کا بیٹا پڑھ لکھ گیا ہے اور نام والا بھی ہو گیا ہے۔

میرزا ادیب ''ادب لطیف'' کے مدیر رہے۔ ادب لطیف ان کے زمانے میں بڑا اہم ادبی رسالہ تھا۔ اس کو انھوں نے پندرہ سولہ سال تک مرتب کیا اور ادبی رسالوں کی صفِ اول میں کھڑا کر دیا۔ میرزا صاحب ریڈیو میں بھی عرصے تک رہے اور ریڈیو کے لیے بھی بہت لکھا، مگر افسوس ان کی صحیح قدر و عزت نہ ہوئی۔ میرزا ادیب کی اب تک کوئی پچاس کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں افسانوں کے مجموعے، ڈراموں کے مجموعے، خاکے، ترجمے، ترتیبیں اور بچوں کی کتابیں شامل ہیں۔ انھوں نے اب تک بچوں کی ۲۳ کتابیں لکھی ہیں۔ بچوں کے لیے لکھنا بہت مشکل کام ہے اور بہت بڑی خوبی بھی ہے۔ ہمارے اکثر ادیبوں نے صرف اپنی ابتدائی زندگی میں بچوں کے لیے لکھا۔ جب ذرا شہرت مل گئی تو وہ بچوں کو بھول گئے اور انھوں نے بچوں کے ادب کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھا، کیوں کہ بچوں کے لیے لکھنے والے کو شاید بڑا ادیب نہیں

سمجھا جاتا، لیکن میرزا ادیب کی بڑائی یہ ہے کہ وہ اب تک بچوں کے لیے بھی اسی محبت سے لکھتے ہیں جس محبت سے بڑوں کے لیے لکھتے ہیں۔ وہ ایک خاموش شریف اور سادہ دل انسان ہیں۔ اردو ادب کی پچاس سال سے مسلسل خدمت کر رہے ہیں۔

میرزا ادیب کی بعض کتابوں کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ''صحرانورد کے خطوط'' دس بار، ''صحرانورد کے رومان'' گیارہ بار اور بچوں کی ایک کتاب ''تیس مار خاں'' سولہ بار شائع ہو چکی ہے۔ صرف وہی کتاب زندہ رہتی ہے جس میں جان ہو۔ جس کتاب میں زندہ رہنے والی کوئی خوبی نہ ہو، وہ کتنی ہی خوب صورت چھپے، اُسے کچھ دن میں ہی لوگ بھول جاتے ہیں۔ معلوم ہے کتاب کو زندہ رکھنے والی خوبی کیا ہے؟ وہ خوبی یہ ہے کہ تحریر میں انسانوں سے محبت اور ان کے دُکھ درد کا سچا اظہار ہو اور اپنی تہذیب اور تاریخ کی محبت کے ساتھ ساتھ زندگی کو سنوارنے اور آگے لے جانے کا جذبہ اور شعور ہو۔ جن تحریروں اور کتابوں میں یہ خوبی ہوتی ہے، اُن کے لکھنے والے بھی زندہ رہتے ہیں، چاہے لوگ ان کو کچھ دیر میں پہچانیں۔ میرزا ادیب جیسے بھلے انسان اور اچھے ادیب کے ساتھ بڑوں نے ناانصافی کی، مگر مجھے یقین ہے کہ بچے اُن کو فراموش نہیں کریں گے۔ افسانے، ڈرامے اور ادبی صحافت کے علاوہ بچوں کے ادب کی تاریخ میں بھی میرزا ادیب کا نام مدّھم حروف سے نہیں لکھا جائے گا۔ جس بچے نے آنکھ کھولی تو گھر میں مٹی کا دیا جلتا ہوا پایا، وہ بڑا ہو کر ادب کے چراغ روشن کرنے لگا، روشن کر رہا ہے اور اس سے بھی زیادہ روشن کرے گا۔ اس کا نام بھی روشن ہی رہے گا۔

میرزا ادیب نے اپنی زندگی کے سچے سچے حالات ایک کتاب ''مٹی کا دیا'' میں لکھے ہیں۔ بڑی مفید اور مزے دار کتاب ہے۔ میرزا صاحب ۴- اپریل ۱۹۱۴ء میں لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ میری بات یاد رکھو! جیسے جیسے ادیب بوڑھا ہوتا ہے، اُس کا قلم جوان ہوتا جاتا ہے۔ ☆

محرم الحرام کی عظمت

ن۔ش

محرم الحرام اسلامی سال یعنی سنہ ہجری یا قمری سال کا پہلا مہینا ہے۔ اسلامی سال ہجری کا آغاز اسی مہینے سے ہوتا ہے۔ محرم کے معنی ہیں محترم، معظم اور مقدس اور لغوی معنی وہ چیز یا کام ہے جس سے منع کیا گیا ہو۔ محرم الحرام کا مہینا طلوع اسلام سے پہلے ان مقدس مہینوں میں شمار ہوتا تھا، جن میں جنگ روک دی جاتی تھی۔ لڑنا حرام سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے لغوی معنوں کے اعتبار سے اس مہینے کا نام محرم الحرام ہو گیا۔

محرم کے علاوہ حرمت والے مہینے ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ یوں تو محرم الحرام کا پورا مہینا ہی بڑی عظمتوں اور برکتوں والا ہے، مگر اس کی ۹، ۱۰ اور گیارہ تاریخیں بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں اور ان میں سے کسی بھی دو دن روزے رکھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

۱۰ محرم الحرام کا دن اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اسی دن حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدانِ کربلا میں کلمۂ حق بلند کرنے پر ان کے ۷۲ جاں نثاروں کے ساتھ شہید کر دیا گیا تھا۔ حضرت امام حسینؓ اپنی عمر کے ابتدائی سات سال اپنے نانا حضورِ اکرمؐ کے زیرِ سایہ رہے۔ پھر حضورِ اکرمؐ کے وصال کے بعد آپؓ اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہ کی تربیت میں آ گئے۔

حضرت امام حسینؓ نے بچپن ہی سے اسلام کو پھلتا پھولتا دیکھا تھا۔ اسلامی تاریخ کے اکثر واقعات آپؓ کی نظروں کے سامنے پیش آئے۔ اس دوران آپؓ نے

دعوتِ اسلام اور تبلیغِ دین کے تمام ذرائع کو اپنایا۔ نانا کی تربیت حضرت امام حسینؓ کی شخصیت کے ہر پہلو میں نظر آتی ہے۔ واقعۂ کربلا اس کی بہترین مثال ہے۔ یہ ۲۷ رجب ۶۰ ہجری کی رات تھی جب حضرت امام حسینؓ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے اور یہ سفر حضرت امام حسینؓ کی شہادت پر ختم ہوا۔ ۹ محرم الحرام کو جب جنگ کا اعلان ہوا تو آپؓ نے اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''یہ لوگ میری جان کے دشمن ہیں۔ میں بہ خوشی آپ لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔'' مگر ان کے ساتھیوں نے اس مشکل وقت میں حضرت امام حسینؓ کو تنہا چھوڑنا تو دور کی بات ہے، اپنی جان، مال اور اولاد سب کچھ حضرت امام حسینؓ پر نثار کر دیا۔

دس محرم الحرام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے دیکھا کہ اہلِ حق جامِ شہادت پینے کے لیے بے قرار ہیں۔ ان کے سامنے ہزاروں کا لشکر تھا، مگر انھوں نے سچ اور حق کی خاطر سر تو کٹا دیے، لیکن باطل کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ یزید کی بیعت کرنے سے بہتر انھوں نے شہادت کی موت کو بہتر جانا۔ دس محرم الحرام کو میدانِ کربلا میں شجاعت و استقامت اور صبر و رضا کے وہ جوہر دکھائے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؓ نے محرم کی دس تاریخ کو شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں انھیں مُردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمھیں اس کا شعور نہیں ہے۔''

☆☆☆

پہاڑوں میں رہنے والی ایک باہمت لڑکی کی دلچسپ زندگی کی سچی کہانی

پیاری سی پہاڑی لڑکی

مسعود احمد برکاتی کے قلم سے

ہیدی ایک یتیم، بھولی بھالی اور معصوم چھوٹی سی لڑکی، پہاڑوں میں رہنے والی، باہمت، نرم مزاج اور ارادے کی پکّی۔ اس کے دادا بدمزاج، تنہائی پسند، اپنے بنائے ہوئے اصولوں میں پکّے۔
دونوں کا ساتھ کیسے ہوا؟ ایک ساتھ زندگی کیسے گزری؟ کس نے کس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا؟
ان سوالوں کے جواب اس کہانی کے واقعات سے مل جاتے ہیں۔ ممتاز اور مقبول ادیب مسعود احمد برکاتی نے اس انگریزی کہانی کو اردو زبان میں ڈھالا، آسان محاوروں سے سجایا اور دل کش، رواں زبان میں لکھا ہے۔

نونہالوں کے بے حد اصرار پر شائع کی گئی ہے۔

رنگین خوب صورت ٹائٹل — قیمت : پینسٹھ (۶۵) روپے

ایک طوفانی رات

میرزا ادیب کی دل چسپ کہانیوں کا انتخاب

میرزا ادیب کے نام سے بچے اور بڑے خوب واقف ہیں، خاص طور پر ہمدرد نونہال پڑھنے والے نونہالوں نے تو ان کی کہانیاں بڑے شوق سے پڑھی ہیں، نونہالوں کے شوق اور تقاضوں کے پیش نظر میرزا ادیب کی کہانیوں میں سے ۱۴ بہت دل چسپ کہانیاں **ایک طوفانی رات** میں جمع کر دی گئی ہیں۔

☆ لومڑی نے گھڑی سے کیا فائدہ اُٹھایا ☆ وہ کون سا پھول ہے جو کبھی نہیں کُملاتا۔
☆ طوفانی رات میں کیا ہوا ☆ ہم سفر کون تھا ☆ دادا جان کے ہیرے اور جواہر کہاں تھے
یہ اور اس طرح کی دل چسپ ۱۴ باتصویر کہانیاں

خوب صورت رنگین ٹائٹل — صفحات : ۱۱۶ — قیمت : ۱۲۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ـ ۷۴۶۰۰

قائدِ ملت

امان اللہ نیرّ شوکت

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں
تُو رہے گا ہمارے دلوں کا امیں
تیری ہمت ہمیشہ رہی لازوال
تجھ سا رہبر ملے گا ہمیں اب کہیں!

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں

تجھ سے دشمن سدا خوف کھاتا رہا
زندگی میں کبھی تُو جھکا، نہ بکا
جو لڑی جنگ تُو نے ہمارے لیے
اس سے واقف ہیں یہ آسمان و زمیں

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں

عمر بھر تُو رہا دیس کا پاسباں
جانتا ہے حقیقت یہ سارا جہاں
نام زندہ رہے گا ہمیشہ ترا
ہے مجھے اس کا نیرّ مکمل یقیں

تیری خدمات ہم بھول سکتے نہیں

شادی اور کھانا

شہید حکیم محمد سعید

نونہالو! کل رات مجھے ایک شادی میں جانا تھا، مگر جب سوچا کہ وقت ساڑھے آٹھ بجے کا لکھا ہے، مہمان ساڑھے نو بجے سے پہلے نہیں آئیں گے اور ساڑھے دس بجے تک آتے رہیں گے۔ پھر دیر سے بارات آئے گی۔ نکاح پڑھایا جائے گا۔ گیارہ بج ہی جائیں گے۔ کھانا کھلے گا اور پھر کھاتے کھاتے رات کے بارہ بج ہی جائیں گے۔ واپس ایک بجے تک آؤں گا۔ سوتے سوتے سوا ڈیڑھ بج ہی جائے گا۔ میں ایسا ڈرا کہ شادی میں نہیں گیا۔ معذرت کرلی۔ میں نہ اپنی نیند برباد کرسکتا ہوں اور نہ اپنا وقت ضائع کرسکتا ہوں اور نہ رات دیر سے نہایت ثقیل زردہ، بریانی، قورما، لال روٹیاں کھا کر اپنے ہضم کا نظام خراب کرسکتا ہوں اور نہ اپنی صحت کو داؤ پر لگا سکتا ہوں۔ ایسی شادیوں کو سلام جو ہر طرح نقصان ہی نقصان پہنچائیں۔

کل رات میں شادی میں تو گیا نہیں تھا، مگر نہ جانے کیا دل میں آئی، میں نے کھانا نہ کھانے کا فیصلہ کیا۔ خان نے کہا: ”میں نے کھانا اوپر ہی میز پر لگا دیا ہے۔“

میں نے کہا: ”آج بس دل نہیں چاہ رہا ہے۔“

کھانا واپس چلا گیا۔ میں جلد لیٹ گیا۔ رات کو دو بجے ایسا لگا کہ پیٹ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ یہ کیسی آگ اور جلن ہے۔ یہ بھول گیا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا۔ پیٹ خالی ہے۔

نونہالو! اللہ تعالیٰ کا نہایت عجیب انتظام ہے۔ ہمارے معدے میں ایک

تیزابِ ہاضم پیدا ہوتا رہتا ہے۔ یہ تیزاب کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ تیزاب تو پیدا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر معدہ خالی ہو تو یہ تیزاب معدے میں جلن پیدا کرتا ہے۔ اگر یہ تیزاب نہ ہو تو بھوک بھی نہ لگے۔ میرے معدے میں آگ اور جلن اس لیے تھی کہ پیٹ بالکل خالی تھا۔ مجھے اس قسم کی بے چینی کم ہی ہوتی ہے۔ میں نے اس جلن کو برداشت کیا۔ تین بج کر ۱۷ منٹ تھے کہ میں اُٹھ گیا۔ معدے میں بدستور آگ تھی۔ میں نے فوراً ٹھنڈا دودھ لیا اور نوشِ جان کیا۔ جلن ختم ہوگئی۔ سکون سا پڑ گیا۔ میں تیاری میں لگ گیا، مگر میں برابر یہ غور کرتا رہا کہ اس کراچی میں ہزاروں انسان ایسے ہوں گے، جن کو رات کا کھانا نہیں ملا ہوگا۔ ان کے معدوں میں جب آگ لگی ہوگی تو انھوں نے کیا کیا ہوگا! نونہالو! جب تک پاکستان میں ایسے غریب ہیں کہ جنھیں کھانے کو نہیں ملتا، جنھیں سونے کے لیے جگہ نہیں ملتی

اور وہ گلیوں، سڑکوں اور پارکوں میں رات گزارتے ہیں اور صبح اُٹھ کر بے چین اِدھر اُدھر بھاگتے ہیں، اس وقت تک پاکستان، پاکستان نہیں ہے۔ ذرا تم غور کرو میرے پیارے نونہالو! ایک طرف سیکڑوں شادی گھروں میں کھانے لُٹ رہے ہیں، لوگ کھانے کھا رہے ہیں، مگر ضائع زیادہ کر رہے ہیں اور دوسری طرف ہزار ہا لوگ ایک ایک نوالے کو ترس رہے ہیں۔ معاذ اللہ۔

نونہالو! ہمارے پیارے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے گھر کے دائیں بائیں اگر کوئی ایسا انسان ہے، جسے کھانے کو نہیں ملتا تو تم نے پڑوسی کا حق ادا نہیں کیا۔ شادی گھروں کے اندر طرح طرح کے کھانے اور باہر گلیوں میں غریب پیٹ پکڑے بیٹھے ہیں۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے! ☆

مسکراتی لکیریں

ماں: ''ارے بیٹا! یہ آئینہ کیوں توڑ دیا؟''

بیٹا: ''امی! یہ میری نقلیں اُتار رہا تھا۔''

وبالِ جان

محمد اقبال شمس

عابد اندھیرے کمرے میں آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا تھا۔ سامنے جلتے ہوئے کوئلوں پر وہ کچھ پڑھ کر ڈال رہا تھا، جس کی وجہ سے کمرے میں دھواں پھیل گیا تھا۔ دھواں آہستہ آہستہ کمرے سے نکل کر پورے گھر میں پھیل رہا تھا۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور اس کی بیوی رشیدہ چیختے ہوئے بولی: ''بند کرو اپنا یہ عمل، دھویں سے میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔''

عابد آنکھیں کھولتے ہوئے بولا: ''میں نے کتنی بار کہا ہے کہ عمل کے دوران مجھے یوں تنگ نہ کیا کرو۔ میں جن کو قابو کرنے کا عمل کر رہا ہوں، جو پورے چالیس دن تک کرنا ہے۔''

بیوی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی: ''تو پھر تم عمل کرتے رہو، میں تو چلی اپنی ماں

کے گھر۔ جب تمھارے سر پر سے جن کا بھوت اُتر جائے تو آ کر لے جانا۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا سامان سمیٹا اور اپنی بچی کو لے کر چلی گئی۔

آخر چالیس دن بعد عابد کی مراد بر آئی۔ عمل جیسے ہی مکمل ہوا، کمرے میں سفید دھواں سا پھیلا اور پھر اچانک ایک باریک سی آواز اُبھری: ''کیا حکم ہے میرے آقا!''

اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ چاروں طرف کر دیکھنے کی کوشش کی۔ اچانک اسے ایک سایہ نظر آیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس سائے نے ایک جن کی صورت اختیار کر لی۔

جن کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ عابد جن سے بولا: ''کیا تم میرے غلام ہو؟''

جن نہ جانے کس زبان میں بولا تھا، جو اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اچانک وہی باریک آواز اُبھری: ''ہاں، اب میں آپ کا غلام ہوں۔''

عابد نے جب غور سے دیکھا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ جن کے کاندھے پر ایک بونا بیٹھا ہوا تھا اور یہ باریک آواز بونے کی تھی۔ عابد نے فوراً پوچھا: ''تم کون ہو؟''

بونے نے جواب دیا: ''میرا نام بُوٹا ہے اور میں ''شاکا'' جن کا ترجمان ہوں۔''

''کیا......ترجمان!'' عابد حیرت سے بولا۔

''ہاں! ترجمان، دراصل شاکا جن آپ کی اور آپ شاکا جن کی زبان سمجھنے سے قاصر ہیں، لہٰذا میں آپ دونوں کے لیے ترجمان کے فرائض انجام دوں گا۔''

شاکا جن کے منھ سے کچھ آواز نکلی، جسے سن کر بونا اپنی جیب سے ایک موبائل فون نکال کر عابد کو دیتے ہوئے بولا: ''جب بھی شاکا جن کو حاضر کرنا ہو تو اس میں درج نمبر پر صرف مس کال دیں، جن حاضر ہو جائے گا۔''

''مس کال سے جن حاضر ہو گا۔'' وہ حیرت سے بولا۔

''زیادہ حیران نہ ہوں۔ ترقی یافتہ دور ہے، اب ہم نے بھی ترقی کر لی ہے۔ اب ہم چراغ یا انگوٹھی رگڑنے سے حاضر نہیں ہوں گے، بلکہ صرف ایک مس کال پر حاضر ہو جائیں گے۔'' بونا، شاکا جن کی ترجمانی کرتے ہوئے بولا۔

''اور ہاں اڑتالیس گھنٹے تک آپ کوئی بھی فرمائش نہیں کر سکتے، اس کے بعد صرف ایک فرمائش کر سکتے ہیں اور وہی فرمائش دوبارہ نہیں کر سکتے۔'' یہ کہہ کر بونا اور جن غائب ہو گئے۔ عابد نے موبائل فون کو پہلے اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر فوراً اسے محفوظ مقام پر رکھا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوست الطاف کے گھر چل پڑا۔ الطاف اسے اپنے دروازے پر دیکھتے ہی بولا: ''ارے بھئی تم کہاں ہو اور کام پر بھی نہیں آ رہے، سب خیریت تو ہے؟''

وہ بولا: ''ہاں! سب خیریت ہے اور میں یہ بتانے آیا ہوں کہ اب میں اپنی نوکری مزید جاری نہیں رکھ سکتا۔''

''کیوں؟'' الطاف حیرت سے بولا۔

''دراصل تمھیں تو پتا ہی ہے کہ میں مختصر راستے سے امیر بننا چاہتا تھا۔ اب اس کا وقت آ گیا ہے، کیوں کہ میں نے کافی جدوجہد کے بعد ایک جن کو قابو میں کرلیا ہے۔ اب اس سے میں اپنی ہر فرمائش پوری کرواکر راتوں رات امیر آدمی بن جاؤں گا۔''

الطاف اسے سمجھاتے ہوئے بولا: ''دیکھو میرے دوست! زندگی کا مختصر راستہ کوئی نہیں ہوتا، محنت ہی ایک راستہ ہوتا ہے سیدھا اور سچا، جس پر چل کر ہی انسان کو کامیابی ملتی ہے۔ مختصر راستے سے دولت حاصل کرنے والوں کی عمر بھی مختصر ہی ہوتی ہے۔''

عابد اس کی سنی اَن سنی کرتے ہوئے اپنے گھر چل پڑا۔ ٹھیک دو دن بعد اس نے موبائل فون کے ذریعے جن کو طلب کیا۔ جن اپنے ترجمان ہونے کے ساتھ فوراً حاضر ہوگیا: ''کیا حکم ہے میرے آقا۔''

عابد نے سوچا کہ اب تو میں فرمائش پوری ہی کرواتا رہوں گا، کیوں نہ دنیا کے سب سے لذیذ کھانے کھاؤں، پھر وہ جن کو حکم دیتے ہوئے بولا: ''میرے لیے دنیا کے سب سے لذیذ اور مزے دار کھانے پیش کرو۔''

جن کے چٹکی بجاتے ہی دستر خوان بچھ گیا۔ وہ فوراً آلتی پالتی مار کر دستر خوان پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ڈش کا ڈھکنا کھولا تو حیران رہ گیا۔ دوسرا اور تیسرا کھولا تو مزید پریشان ہوگیا۔ پھر اس نے مزید ڈھکن کھولے تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان کھانوں کو دیکھ کر اس کا جی متلانے لگا۔

''یہ...... یہ...... کیا ہے؟'' وہ چیختے ہوئے بولا۔

بونا بولا: ''یہ کوہ قاف کے کھانے ہیں، جو جن کھاتے ہیں اور یہ ہمارے لیے دنیا کے سب سے مزے دار کھانے ہیں۔ خاص طور پر بندر کی آنکھوں کا سوپ تو نہایت مزے دار ہے، آپ پی کر تو دیکھیں۔''

وہ بولا: ''لیکن یہ سب ہم انسان لوگ نہیں کھاتے ہیں۔ میرے لیے انسانوں والے کھانے پیش کرو۔''

بونا بولا: ''اس کی وضاحت آپ کو پہلے کرنی چاہیے تھی۔''

''تو اب لا دو۔'' وہ بولا۔

بونا بولا: ''دیکھیں، ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایک وقت میں ایک ہی خواہش پوری ہوگی، وہی خواہش دوبارہ ممکن نہیں، دوسری خواہش دو دن بعد کرنی ہوگی۔''

''ٹھیک ہے، لیکن یہ کھانا میں نہیں کھا سکتا، اسے لے جاؤ۔''

''معافی چاہتے ہیں۔ آپ جو بھی خواہش کریں گے، اس پر آپ کو عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ اب تو آپ کو یہ کھانا ہی کھانا پڑے گا۔''

مجبوراً عابد کو وہی سب کچھ کھانا پڑا، جس سے دو دن تک اس کی طبیعت خراب رہی۔

دو دن بعد اس نے پھر جن کو حاضر کیا۔

''کیا حکم ہے میرے آقا۔''

اس نے سوچا کہ کیوں نہ اب ڈھیر سارے روپے منگوائے جائیں۔ اس نے کہا: ''مجھے سو کروڑ روپے چاہییں۔''

وہ بولا: ''سو کروڑ روپے چاہییں، کیا ہم نے یہاں بینک کھولا ہوا ہے یا اسٹیٹ بینک

ہمارے ابا کا ہے۔ دیکھیں اس قسم کی لالچی فرمایشوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ یہ خواہش ہم پوری نہیں کر سکتے اور ویسے بھی جو مزہ اور سکون اپنی محنت سے حاصل کیے ہوئے پیسوں میں ہوتا ہے، وہ ناجائز طریقے سے پیسے حاصل کرنے میں بھلا کہاں ہوتا ہے۔''

عابد نے کہا: ''بھلا یہ کیا بات ہوئی۔ میں جو فرمایش کروں گا، وہ پوری کرنا آپ کا فرض ہے۔''

''فرائض کی بات نہ کریں، آپ سچ بتائیں آپ نے خدا کی طرف سے عائد کتنے فرائض پورے کیے ہیں۔ لوگوں کے کتنے حقوق ادا کیے۔'' بونا جذباتی جن کی ترجمانی کرتے ہوئے بولا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی اور پھر دونوں غائب ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ افسردہ ہو کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ تو خوش ہو رہا تھا کہ جن کے ذریعے بہت دولت کماؤں گا، مگر اسے کیا معلوم تھا کہ یہاں فرمایشوں پر بھی پابندی لگی ہوئی ہے۔ اب اس نے ایک اور فرمایش سوچی اور پھر دو دن گزرنے کا انتظار کرنے لگا۔ دو دن بعد اس نے پھر جن کو حاضر کیا اور بولا: ''مجھے ایک گھر چاہیے، میرے لیے ایک بڑا اور خوب صورت گھر بنا کر دو۔''

''جو حکم ......'' یہ کہہ کر جن نے ایک چٹکی بجائی ایک بہت بڑا سفید گتے کا ٹکڑا ہوا میں لہرانے لگا۔ دوسری چٹکی بجاتے ہی جن کے ہاتھوں میں ایک برش آ گیا۔ پھر اس کے ہاتھ تیزی سے اس پر ڈرائنگ بنانے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے جن نے اس پر ایک بڑا اور خوب صورت سا گھر بنا دیا: ''یہ لیں ایک بڑا اور خوب صورت گھر۔''

یہ دیکھتے ہی اس نے اپنا سر پکڑ لیا اور بولا: ''میں نے پینٹنگ سے گھر بنانے کے لیے نہیں کہا تھا۔ اچھا بتاؤ بھلا میں اس میں کیسے رہوں گا؟''

''یہ بھی کوئی مشکل کام ہے، یہ لیں۔'' یہ کہہ کر جن نے چٹکی بجائی اور عابد ہوا میں

لہراتا ہوا تصویر والے گھر میں داخل ہو گیا۔ دو دن تک وہ تصویر میں بند چیختا رہا، مگر کوئی اس کی چیخ سننے والا نہ تھا۔ دو دن بعد پھر اس نے جن کو حاضر کیا اور تصویر سے باہر نکل آیا۔

عابد نے تو سوچا تھا کہ جن کو قابو میں کر کے دنیا کا مال دار انسان بن جاؤں گا، مگر جن تو اس کے لیے وبالِ جان بنتا جا رہا تھا۔ اب تو وہ اس سے چھٹکارا بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا، کیوں کہ اگر وہ کوئی فرمایش نہیں کرے گا تو جن اسے ختم کر دے گا اور چھے دن تک جن کوئی فرمایش پوری نہ کر سکا تو جن ختم ہو جائے گا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور مسکراہٹ اس کے لبوں پر بکھر گئی۔

دو دن بعد اس نے پھر جن کو حاضر کیا۔

''کیا حکم ہے میرے آقا۔'' جن کے آتے ہی بونے کی آواز اُبھری۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا: ''بونے کو گونگا کر دو۔'' یہ سن کر بونے کی آنکھیں باہر آ گئیں۔ مجبوراً اسے ترجمانی کرنی پڑی۔ یہ سنتے ہی جن نے چٹکی بجائی اور بونا اپنا حلق پکڑ کر رہ گیا۔ وہ گونگا ہو گیا تھا۔ چھے دن تک جن حاضر ہوتا رہا۔ اب عابد کوئی بھی فرمایش کرتا تو بونا گونگے ہونے کی وجہ سے اس کی ترجمانی نہیں کر سکتا تھا۔ اب آخری دن تھا۔ زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے جن اس کی فرمایش پوری نہیں کر سکا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں دھواں بن کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد عابد نے سکھ کا سانس لیا۔ اب اس کے سر سے مختصر راستے سے امیر بننے کا جنون اُتر چکا تھا۔ اس کے قدم اپنے دوست الطاف کے گھر کی طرف بڑھتے گئے، تاکہ وہ دوبارہ اپنے کام پر جا سکے۔ اب وہ سمجھ چکا تھا کہ زندگی کا صرف ایک ہی راستہ ہوتا ہے۔ سیدھا اور سچا، محنت کا راستہ جس پر چل کر ہی انسان کو کامیابی ملتی ہے۔ ☆

نغمۂ وطن

سید سخاوت علی جوہر

ارض و سما کو اس کے گُلوں سے سجائیں گے
ہم سر زمینِ پاک کو جنت بنائیں گے

خاکِ وطن کو آنکھ کا سُرمہ بنائیں گے
جو بات ہم نے کہہ دی، وہ کر کے دکھائیں گے

یہ عہد ہے کہ اس کی حفاظت کے واسطے
ایک ایک قطرہ اپنے لہو کا بہائیں گے

تجھ کو حقیقتوں کا ہماری نہیں ہے علم
ہم کیا ہیں، تجھ کو بات یہ اک دن بتائیں گے

دشمن کی حرکتوں کا بھی لینے کو جائزہ
اک جال سرحدوں پہ نظر کا بچھائیں گے

دشمن نگاہِ بد سے نہ دیکھے گا پھر کبھی
ہم سر زمینِ پاک کو ایسا بنائیں گے

یہ سر زمینِ پاک سے جوہؔر کا عہد ہے
اِس کی بقا کے واسطے تن من لٹائیں گے

وقار محسن کی یاد میں

بیگم شمیم وقار

وقار محسن کا نام ہمدرد نونہال پڑھنے والے دوستوں کے لیے ایک مانوس نام ہے۔ افسوس کہ وہ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ ان کی جدائی سے بچے بڑے سب ہی افسردہ ہیں۔ ان کی شریکِ حیات محترمہ شمیم وقار نے ہمیں ایک بہت اچھی تحریر لکھ کر دی ہے، جو ہم یہاں شائع کر رہے ہیں۔

وقار محسن بچھرائیوں میں ۱۹۴۴ء میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونی ورسٹی سے ایل۔ ایل۔ بی کرنے کے بعد وہیں سے بی اے کی ڈگری لی۔ پاکستان آ کر کراچی یونی ورسٹی سے اردو میں ایم۔ اے کیا۔ اسٹیٹ بینک سے ٹریننگ حاصل کر کے الائیڈ بینک سے منسلک ہوئے اور وہیں سے ریٹائر ہوئے۔ اوائل عمری سے کہانیاں تخلیق کرتے رہے، جو قلم ہاتھ میں تھاما تھا، تا دمِ مرگ اسی روانی سے چلتا رہا۔

ہمدرد نونہال، روزنامہ جنگ اور دیگر بہت سے معروف رسائل میں زندہ جاوید کہانیاں شائع ہوتی رہیں۔ وقار محسن نے ۱۶- جولائی ۲۰۱۵ء انتیسویں روزے کی آخری شب دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

وقار کا میرا تقریباً ۴۳ سال ساتھ رہا۔ یہ عرصہ دیکھنے میں طویل، لیکن سوچیے تو لگتا ہے کہ چشم زدن میں گزر گیا۔ بعض لوگ بے پناہ خوبیوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف اور منفرد اوصاف سے نوازا تھا۔ وہ ان تمام اعلا اوصاف اور خوبیوں کے

حامل تھے۔ ایک ایسا شجرِ سایہ دار تھے، جس کے سائے میں اپنے پرائے، امیر غریب، بچے بوڑھے سبھی یکساں سکون محسوس کرتے تھے۔

ان کی سب سے اہم خوبی یہ تھی کہ وہ بندوں کے حقوق ادا کرنے کے معاملے میں بہت حساس تھے۔ یہ بات انھیں اپنے خاندان میں منفرد مقام عطا کرتی تھی۔

والدہ کی خدمت جیسی انھوں نے کی، میں نے اپنی زندگی میں کسی اولاد کو ایسی بے لوث خدمت کرتے نہیں دیکھا۔ اپنے تمام بہن بھائیوں کی ذمے داریاں، ان کے گھریلو مسائل میں بھر پور شرکت اور انھیں حل کرنا، ہر طرح کی مالی، اخلاقی مدد اور دلجوئی ان کی خوبی تھی۔

ان کا کہنا تھا کہ دنیا میں ہر چیز کے بغیر گزارا کیا جا سکتا ہے، لہٰذا زندگی میں اونچ نیچ بھی آئی، وسائل میں کمی بیشی بھی رہی، لیکن دوسروں کی ضروریات کو اولیت دینا اور ہر ممکن مدد بہم پہنچانا ہمیشہ ان کی اولین ترجیح رہی۔

اپنی پانچ بہنوں کی شادی کے فرائض ادا کر چکے تو مجھ سے کہا: ''اب تم اپنے بچوں کو جس اسکول میں چاہو، داخل کرا سکتی ہو۔''

اپنے ماتحتوں اور ملازموں تک سے حسنِ سلوک، رشتوں کا احترام، ہر ایک کے دکھ سکھ میں عملی طور پر شریک رہنا ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ ہر ادنا و اعلا کی خوبیوں کی مدح سرائی اور تعریف و توصیف میں کبھی ذرہ برابر بخل سے کام نہیں لیا۔

وقار کے ذریعے نہ جانے کتنے لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔ تعزیت کے لیے کتنے ہی ایسے لوگ آئے جن سے ہم ناواقف تھے، لیکن وہ یہی کہتے رہے کہ وقار صاحب کے

ہم پر بہت احسانات ہیں۔ کسی بچے کا داخلہ، کسی کی ملازمت کے سلسلے میں کوشش اور کسی ضرورت مند کی مالی مدد۔ ایک یتیم بے یارو مددگار بچہ، عمر تقریباً پانچ سال تھی، جب ہمارے گھر کوئی لے آیا کہ اسے گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کے لیے رکھ لیں۔ ہمیں اس پر بڑا رحم آیا، پھر ہم نے اس کو بیٹا بنالیا۔ وقار نے اس کی سرپرستی ایسی سنبھالی کہ اسے خود پڑھانا، اسکول، کالج میں داخلے کی فکر اور تگ و دو میں لگے رہے۔ آج وہ گورنمنٹ کے ایک مشہور کالج میں سیکنڈ ائیر کا طالب علم ہے اور بالکل ہمارے بچوں کی طرح رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے تو اپنے شعور کی آنکھ سے ''پاپا'' کو اپنا باپ ہی سمجھا، دیکھا اور جانا۔ ان کی شفقت، محبت اور چاہت نے تو مجھے کبھی یتیمی کا احساس ہی نہیں ہونے دیا۔ میں تو درحقیقت آج یتیم ہوا ہوں۔

وقار صاحب ذاتی زندگی میں انتہائی سادگی پسند، سادہ مزاج، خلوص و محبت میں گُندھی شخصیت تھے۔ ہم دونوں ہی انسان تھے۔ انسانی کمزوریاں بھی تھیں۔ گھر میں کبھی کبھی تکرار بھی ہوجاتی، لیکن وقار فوراً ہی ہتھیار ڈال دیتے۔ کھانے میں کسی ڈش کی فرمائش کے بعد اس کے ذائقے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر صلح کی طرف قدم بڑھا کر پہل کرتے۔ غصے میں بھی زبان بے قابو نہ ہوتی اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے ساتھ ساتھ میری خوبیوں کا اعتراف کھل کر کرتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے ہر کام کی حوصلہ افزائی، دل جوئی، قدردانی اور تعاون کی تعریف میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔

بچوں سے اور ہر ایک سے یہی کہتے: ''آج اس گھر کی جو پُرسکون فضا ہے، جس اطمینان اور مسرت سے ہم لطف اندوز ہو رہے ہیں وہ صرف اور صرف تمھاری ماں کی

محنت اور خلوص کی وجہ سے ہے۔''

ان کی کس کس خوبی کا تذکرہ کیا جائے۔ مختصر یہ کہ وہ ایک مشفق باپ، پُر خلوص بھائی، بہترین شوہر، بہترین خوبیوں اور اعلا اوصاف کے حامل انسان تھے۔ کھانے پینے کے انتہائی شوقین۔ میز پر دوسروں کو شامل کر کے بے حد خوش ہوتے۔ اس میں اعلا و ادنا کی کوئی تمیز نہ تھی۔

ان کی ہر دم خواہش اور کوشش ہوتی کہ گھر میں سب چھوٹے بڑے خوش و خرم رہیں۔ بچوں سے بے پناہ محبت تھی۔ اپنے ہی نہیں ہر عام و خاص کے بچے ان کی توجہ کا محور و مرکز رہا کرتے اور یہی بچے ان کی تمام کہانیوں کے کردار ہوتے۔ پیڑ، پھول، پرندے، آسمان پر بکھری قوس وقزح اور بچے، ان کی تمام کہانیوں کے زندہ کردار ہیں۔ ان کے اپنے بچوں فیصل اور ثانیہ کے بعد اب پوتے، نواسے ایان، امان اور ایذان، ان کی آنکھ کے تارے، ان کی کہانیوں کے کردار تھے۔ آزادی کی قدر، خوب صورت پُر امن معاشرے کا خواب، غرض یہ کہ ان کی تمام کہانیاں ہر نسل کے لیے قیمتی اثاثہ ہیں، جن میں مثبت اقدار کا بھرپور پیغام ان کے خوابوں کو زندہ اور توانا رکھے گا۔

میرا کتنا قیمتی اثاثہ چھن گیا ہے، سوچتی ہوں صاحبِ اولاد ہوتے ہوئے فرماں بردار بیٹے فیصل، تابعدار بیٹی ثانیہ، پُر خلوص بہو فریحہ اور محبت کرنے والا داماد عدنان، اپنے پیارے معصوم پوتے، نواسے، ایان، امان اور ایذان کی معصوم اور سچی محبتوں کے باوجود لگتا ہے میں اس بھری دنیا میں تنہا رہ گئی ہوں۔ ایسا لگتا ہے ایک سائبان ہمارے سروں سے اُٹھ گیا ہے۔ ہم سب زندگی کی تپتی ہوئی دھوپ میں کھڑے ہیں۔

وہ ایک عظیم شخصیت تھے، منافقت، تصنع اور تعصب سے پاک۔ اپنے حسنِ اخلاق سے مخالفین کے دلوں میں گھر کرلیا کرتے تھے۔ انتہائی اعلا منظم، مخلص اور دوراندیش انسان تھے۔

زیادہ تر مطالعے کی میز پر مصروف رہتے۔ آج بھی ایسا لگتا ہے، جیسے وہ مطالعہ کرتے کرتے یا کہانیاں لکھتے لکھتے اُٹھ کر کہیں چلے گئے ہیں اور واپس آ کر اسی طرح مصروف ہو جائیں گے۔

وقار ۲۹ رمضان کی آخری شب رخصت ہوگئے۔ جمعۃ الوداع آخری روزے کو تجہیز و تکفین عمل میں آئی، یوں جوارِ رحمتِ الٰہی میں پہنچ کر اپنے رفیقِ اعلا سے جا ملے...... کیسی شان دار موت، کس قدر مبارک رات اور مبارک دن تھا۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

بڑا آدمی

عبدالحفیظ ظفر

جو غریبوں سے ہر دم محبت کرے
بے کسوں کی ہمیشہ حمایت کرے
عاجزی کو جو اپنا بنائے شعار
اور غرور و تکبر سے نفرت کرے
یاد رکھو وہی ہے بڑا آدمی

جو شجاعت و ہمت کی تصویر ہو
بات جو بھی کرے اس میں تاثیر ہو
جو اصولوں کی خاطر کبھی نہ جھکے
چاہے گردن پہ دشمن کی شمشیر ہو
یاد رکھو وہی ہے بڑا آدمی

مقصدِ زندگی جس کا دولت نہیں
اور کسی حال میں بددیانت نہیں
حق کی خاطر جو سہتا رہے ہر ستم
پھر بھی اس کو کسی سے شکایت نہیں
یاد رکھو وہی ہے بڑا آدمی

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

بیت اللہ، بیت العتیق

بیت اللہ سے مُراد اللہ کا گھر ہے۔ یہ خانۂ کعبہ کا نام ہے۔ یہاں پر ہر سال دنیا بھر سے مسلمان حج اور عمرہ ادا کرنے آتے ہیں اور اس کے گرد سات چکر لگاتے ہیں۔

بیت العتیق بھی خانۂ کعبہ ہی کو کہتے ہیں۔ خانۂ کعبہ کو اللہ کی عبادت کے لیے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔

بیت الحکمہ

بیت الحکمہ ایک علمی اور سائنسی تحقیق کا ادارہ تھا، جسے عباسی خلیفہ مامون الرشید نے بغداد میں قائم کیا تھا۔ سہیل بن ہارون اس کے ناظم تھے۔ اس ادارے سے کئی یونانی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ یہ ادارہ عباسی دَور کی شناخت بنا۔

بیت الحکمہ کے نام سے ایک بڑا کتب خانہ شہید حکیم محمد سعید نے کراچی میں قائم کیا۔ یہ کتب خانہ، مدینتہ الحکمہ میں واقع ہے۔ یہاں ہمدرد یونی ورسٹی بھی ہے۔ بیت الحکمہ کا شمار پاکستان کی سب سے بڑی لائبریری میں ہوتا ہے۔ یہاں ہر موضوع پر کتابوں کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ یہاں قدیم وجدید قلمی نسخوں سے متعلق ایک علاحدہ شعبہ بھی ہے۔ یہ شعبہ شہید حکیم محمد سعید کی علمی محبت کے طفیل وجود میں آیا۔ یہاں دنیا بھر سے سیکڑوں رسائل بھی آتے ہیں۔

دو بادشاہ

خاندانِ غلامان کے بانی قطب الدین ایبک کا انتقال ۱۲۱۰ء میں لاہور میں چوگان (پولو) کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ہوا۔ ان کا مزار لاہور میں ایبک روڈ پر واقع ہے۔

مغل بادشاہ نصیر الدین ہمایوں ۱۷ جنوری ۱۵۵۶ء کو مغرب کی اذان سن کر کتب خانے کی چھت سے اُترتے ہوئے سخت زخمی ہوئے۔ ۲۴ جنوری ۱۵۵۶ء کو وہ انتقال کر گئے۔ اس کا مقبرہ دہلی میں ہے۔

قائدِ ملت

قائدِ ملت، لیاقت علی خاں کو کہا جاتا ہے۔ لیاقت علی خاں یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء کو ہندستان کی ریاست کرنال میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے بھی قائداعظم کی طرح قانون کی اعلا تعلیم انگلستان سے حاصل کی۔ وہ تحریکِ پاکستان کے سرگرم رہ نما اور قائداعظم محمد علی جناح کے قریبی ساتھی تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کے پہلے وزیراعظم بنے۔ ۱۶-اکتوبر ۱۹۵۱ء کو انھیں راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا۔

قائدِ ملت کا یہ لقب، لیاقت علی خاں سے پہلے نواب بہادر یار جنگ کے لیے استعمال کیا گیا تھا، مگر اُن کی وجہِ شہرت نہ بن سکا۔ نواب بہادر یار جنگ، حیدر آباد دکن کی علمی شخصیت تھے۔ انھوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اُن کا انتقال فقط ۳۹ سال کی عمر میں ۱۹۴۴ء میں ہوا۔

☆

طیارہ ڈبلیو گیارہ

وقار محسن

سیٹھ جعفر بھائی، شہر کے نامی گرامی ٹرانسپورٹرز میں شمار ہوتے تھے۔ تقریباً تیس سال پہلے انھوں نے ایک منی بس سے کاروبار کا آغاز کیا تھا۔ اب ان کی پچاس منی بسیں ڈبلیو گیارہ کے روٹ پر شہر کی سڑکوں پر رواں دواں ہیں۔ جعفر بھائی کا بہت عرصے سے خیال تھا کہ منی بس کے کاروبار کو اب نئے انداز سے آگے بڑھایا جائے۔ کافی دنوں سے وہ اپنے کاروباری ساتھیوں سے مشورے کر رہے تھے کہ کیوں نہ اپنی فضائی کمپنی کا آغاز کیا جائے۔

آخر یہ طے ہوا کہ آزمائشی طور پر کراچی سے حیدرآباد تک طیارہ چلایا جائے۔

جعفر بھائی نے سب سے پہلے اپنے سب سے پرانے اور تجربہ کار بس ڈرائیور کو ایک پرائیویٹ فضائی کمپنی میں ٹریننگ کے لیے بھیجا۔ کچھ اسٹاف کو دیگر فضائی کمپنیوں کے ریٹائرڈ لوگوں میں سے شامل کیا۔ دوبئی کے ایک مشہور کباڑیے سے ایک طیارہ خرید کر اس کی مرمت کرائی اور یوں طیارہ W11 وجود میں آیا۔ یہ خیال رکھا گیا کہ اس طیارے کا نہ صرف ڈیزائن منی بس جیسا ہو، بلکہ اندر سیٹوں کے اوپر لکھے ہوئے اشعار بھی ویسے ہی ہوں۔

ایک ماہ تک اس نئے طیارے کی اشتہار بازی ہوتی رہی۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ پہلی پرواز کا کرایہ صرف ۱۵۰۰ روپے ہوگا۔

اس اعلان کو سنتے ہی شہر میں کھلبلی مچ گئی۔ جن لوگوں نے کبھی ریل میں بھی سفر نہیں کیا تھا، انھوں نے بھی اس نئے تجربے کے لیے کمر کس لی۔ اس تجرباتی اُڑان کے لیے پہلے سے بکنگ نہیں کی گئی تھی، اس لیے پہلے آیئے، پہلے پایئے کی بنیاد پر بورڈنگ کارڈ جاری کیے

جانے تھے، چناں چہ اُمیدواروں نے رات ہی سے ائرپورٹ پر اپنے بستر جما دیے۔

لوگ بہت جذباتی ہو رہے تھے۔ ائرپورٹ کے باہر مسافروں کا ایک ہجوم تھا۔ بہت سے مسافر بستر بند، حقہ، صراحی اور توتے کے پنجرے تک لے آئے تھے۔ مسافروں میں کچھ اس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی:

''حاجی صاحب! سنا ہے منی بس کے ڈرائیور بھائی پتن کو ہی تیار کیا گیا ہے پائلٹ کے لیے۔ میاں وہ تو منی بس کی طرح زوں زوں کر کے اُڑائے گا جہاز کو۔''

''ارے بھیا! میں شوق میں آ تو گیا ہوں، مگر دل ہول رہا ہے۔ ایمان سے اگر جہاز گر گرا گیا تو ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں گے۔''

''سنا ہے، یہ طیارہ کسی کباڑیے سے خریدا ہے جعفر بھائی نے۔''

''بھیا! کلمہ پڑھ لینا۔ خدانخواستہ ......''

''میں بھی سب سے کہا سنا معاف کروا کر نکلا ہوں۔''

پرواز کی روانگی کا وقت صبح نو بجے تھا، لیکن لوگ فجر کے وقت سے ہی لائن میں لگ گئے تھے۔ طیارے میں ۱۵۰ مسافروں کی گنجایش تھی، جب کہ دو ہزار سے زیادہ لوگ قطار میں لگے ہوئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں بدنظمی کی وجہ سے قطار غائب ہو گئی۔ تین چار موٹے تازے افراد سیکورٹی گارڈ کی سی ڈھیلی ڈھالی وردیاں پہنے لوگوں کو ڈنڈوں سے پیچھے دھکیل رہے تھے۔ کچھ دیر بعد اعلان ہوا کہ پچاس سال سے زیادہ عمر والے اور دل کے مریضوں کو سفر کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ دورانِ سفر خدانخواستہ ......۔

یہ اعلان سن کر آدھے لوگ جعفر بھائی کو بُرا بھلا کہتے ہوئے واپس چل دیے۔

پھر اعلان ہوا: ''حضرات! دورانِ پرواز حقہ، بیڑی، سگرٹ، پان، گٹکا وغیرہ استعمال نہ کریں۔ اگر کوئی مسافر ایسی حرکت کا مرتکب پایا گیا تو اسے چلتے طیارے سے باہر نکال دیا جائے گا۔''

یہ اعلان سن کر بہت سے مسافروں کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا، کیوں کہ وہ تو سوچ کر آئے تھے کہ پرواز کے روانہ ہوتے ہی وہ منھ میں اُنگلی ڈال کر، سیٹی بجا کر ائرہوسٹس کو بلائیں گے اور اسی قسم کی چیزوں کی فرمائش کریں گے۔

تین گھنٹے بعد گیٹ کھلا۔ تین پہلوان گیٹ پر کھڑے تھے، جو ہر مسافر کو شبہ کی نظروں سے گھورتے اور تلاشی کے بعد اندر جانے دیتے۔ اندر کاؤنٹر پر ایک خونخوار شکل کی

لکھ کر مسافر کو بورڈنگ کارڈ کے
خاتون بیٹھی تھیں، جو گتے کے ٹکڑے پر مار کر سے سیٹ نمبر
طور پر دے رہی تھیں۔ اس طرح لوگ روانگی کے لاؤنج میں جمع ہو گئے۔ سامنے پیلے اور
سفید رنگ کا طیارہ رن وے پر کھڑا تھا، جس پر بڑے بڑے حروف میں W11 لکھا ہوا تھا۔

گیٹ کھلتے ہی کھڑکی والی سیٹ حاصل کرنے کے لیے مسافر غول کی شکل میں
طیارے کی سمت دوڑ پڑے۔ طیارے کے دروازے سے ایک بانس کی سیڑھی لگی ہوئی تھی،
جس پر ایک وقت میں ایک ہی مسافر چڑھ سکتا تھا، کیوں کہ سیڑھی اور مسافر دونوں بُری
طرح ہل رہے تھے۔ آخری سیڑھی پر پہنچنے پر ایک پہلوان مسافر کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر
بوری کی طرح اوپر کھینچ لیتا۔ اندر گھستے ہی جس کو جو جگہ پسند آئی، وہ وہاں بیٹھ گیا۔ کئی
مسافر تو پائلٹ کے کیبن کی طرف دوڑ پڑے۔ جس وقت طیارے کا دروازہ بند کیا گیا،
اس وقت بھی تین چار مسافر سیڑھی پر گتھم گتھا جھول رہے تھے۔

الگ الگ نشستوں کے لیے سیفٹی بیلٹ کا انتظام نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ایک رسی
سے تین مسافروں کو باندھ دیا گیا تھا۔ ایک بزرگ منھ میں پان کی پیک بھرے کھڑکی
کھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کوشش میں انھوں نے کھڑکی کے شیشے کو گلنار کر دیا۔
اچانک ایسی گڑگڑاہٹ گونجی جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ معلوم ہوا طیارہ اسٹارٹ ہوا ہے۔ کچھ
دیر بعد کیبن کا پردہ ہٹا کر ایک بزرگ نمودار ہوئے اور انھوں نے عذابِ قبر کی ایسی تصویر
کھینچی کہ کئی مسافر تو نیچے کودنے کے لیے مچلنے لگے۔

اچانک درمیان میں کھڑے ایک کارندے نے طیارے کی چھت پر ہاتھ مار کر
کہا: ''اُستاد! ڈبل ہے۔'' پھر شرمندہ ہو کر اس نے مسافروں کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔

اچانک طیارے کے در و دیوار پھڑپھڑانے لگے۔ طیارہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا رن وے پر آیا اور جیسے ہی رفتار تیز ہوئی تو باہر سے ایک دھماکے کی آواز آئی اور...... اور طیارہ ایک طرف کو جھک گیا، پھر کسی چیز سے ٹکرا کر رک گیا۔ معلوم ہوا ٹائر پھٹ گیا ہے۔

مسافروں نے زبردستی دروازہ کھول کر جھاڑیوں میں چھلانگیں لگانا شروع کر دیں۔

آگے کی داستان بہت دردناک ہے، جس کو نہ سنیں تو بہتر ہے۔

سنا ہے اس تجرباتی پرواز کے بعد سیٹھ جعفر بھائی نے اس طیارے کا ڈھانچا دوبئی کے اسی کباڑیے کو آدھی قیمت میں فروخت کر کے دوبارہ منی بس کا کاروبار شروع کر دیا ہے۔

☆☆☆

آیئے مصوری سیکھیں

غزالہ امام

ڈرائنگ کرتے وقت اگر آپ کے پاس ایک ہی رنگ موجود ہے، تب بھی ایک اچھی تصویر بنائی جاسکتی ہے۔ اوپر دو تصویریں نمونے کے طور پر بنائی گئی ہیں۔ بڑی تصویر کا کاغذ سیاہ ہے، جس پر سفید رنگ سے منظر کشی کی گئی ہے۔ چھوٹی تصویر سرخ رنگ کے کاغذ پر پیلے رنگ سے ڈرائنگ کی گئی ہے۔ طریقہ وہی ہے، یعنی پہلے خاکہ بنایا جائے گا، پھر رنگ بھر کر تصویر مکمل کی جائے گی۔

☆☆☆
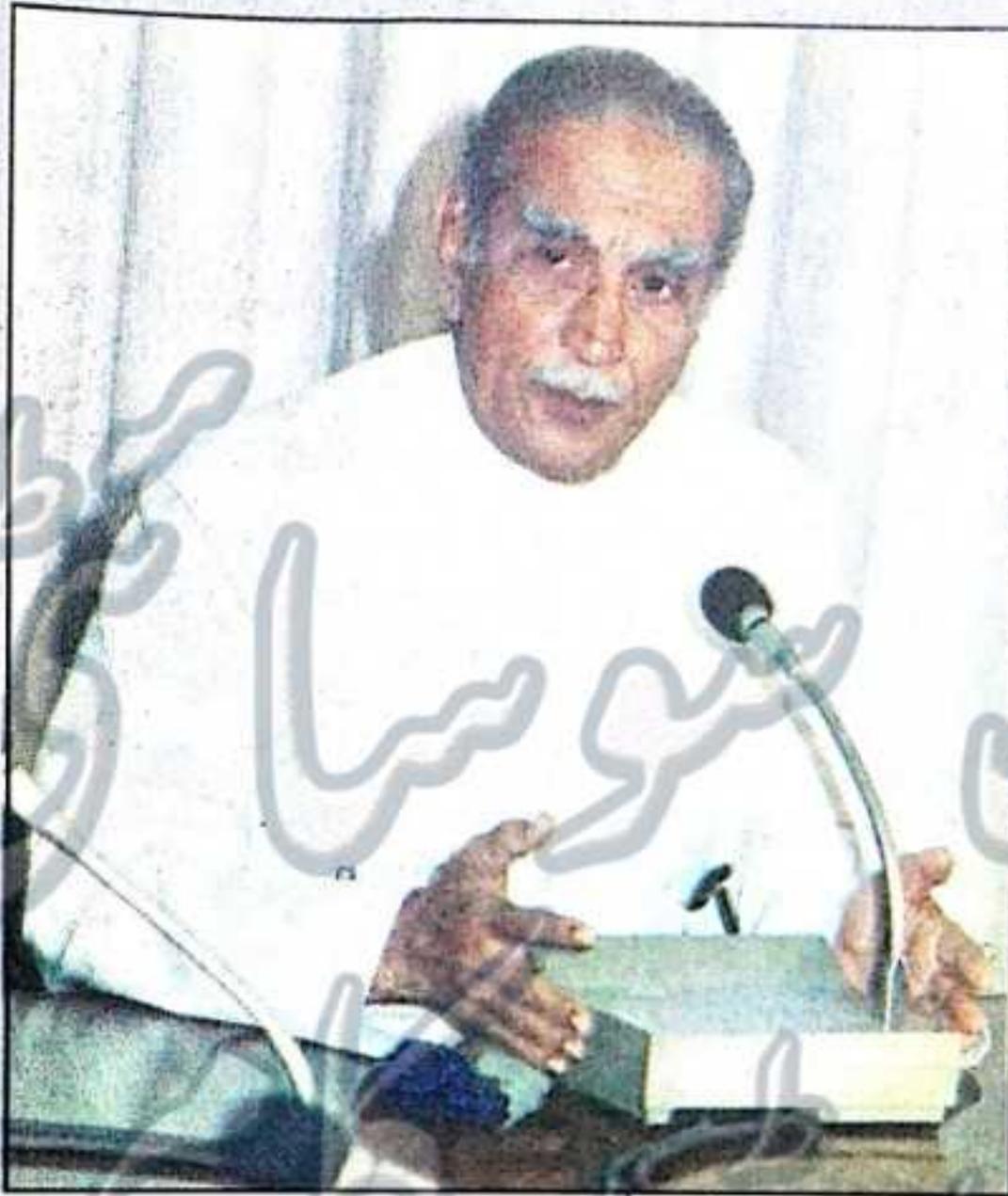
بڑے لوگ بڑے کام

نسرین شاہین

دنیا میں بڑے لوگ ہی بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم سب کے پیارے، ہر دل عزیز شخصیت شہید حکیم محمد سعید بیسویں صدی کے بہت بڑے انسان تھے۔ اللہ نے انھیں بڑے بڑے کاموں کے لیے ہی پیدا کیا تھا۔ ہمدرد دواخانے کی ابتدا سے لے کر مدینتہ الحکمت قائم کرنے تک انھوں نے خدمت خلق کے بڑے بڑے کام انجام دیے۔

شہید حکیم محمد سعید کو پاکستان اور پاکستان کے نونہالوں سے بڑی محبت تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ پاکستان کے بچوں کو بڑا کردو، پاکستان خود بخود بڑا ہو جائے گا۔ شہید حکیم محمد سعید بچوں پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور صحت کی انھیں بہت فکر رہتی تھی۔ تعلیم اور صحت کے شعبوں میں حکیم صاحب کا کام قابلِ رشک ہے۔ حکیم صاحب کو بچوں سے بڑی اُمیدیں تھیں، بچوں کے

لیے شہید حکیم محمد سعید کا نعرہ تھا: ''پاکستان سے محبت کرو، پاکستان کی تعمیر کرو۔'' حکیم محمد سعید مضبوط ارادے اور بڑے عزائم رکھتے تھے اور آخری وقت تک بڑے بڑے کام کرتے رہے۔

انہی بڑے کاموں میں ''ماہ نامہ ہمدرد نونہال'' جاری کرنا بھی ہے۔ یہ رسالہ جولائی ۱۹۵۳ء سے نونہالوں کی اچھی تعلیم و تربیت میں مصروف ہے اور اب تک مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے میں ماہ نامہ ہمدرد نونہال ایک پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے۔ اس پلیٹ فارم سے کتنے ہی نونہال بڑے ادیب، عالم اور سائنس دان بن چکے ہیں اور بنتے جا رہے ہیں۔

شہید حکیم محمد سعید نے ہمدرد نونہال کے بعد قوم کے نونہالوں کے لیے ایک اور بڑا کام کر دکھایا اور وہ ہے ''ہمدرد نونہال اسمبلی۔'' ۱۹۸۵ کی بات ہے، جب سب کے ہمدرد حکیم محمد سعید نے نونہالوں کی ذہنی اور سماجی تربیت کے لیے ''بزمِ ہمدرد نونہال'' شروع کی۔ یہ بزمِ ہمدرد نونہال آج ہمدرد نونہال اسمبلی کے نام سے جاری ہے اور بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ نونہالوں کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کی خدمت انجام دے رہی ہے۔ اس اسمبلی میں نونہال مختلف موضوعات پر تقریریں اور بحث و مباحثہ کرتے ہیں۔ جو لوگ ہمدرد نونہال اسمبلی میں شرکت کرتے ہیں اور نونہالوں کی تقریریں سنتے ہیں، وہ یقیناً گواہی دیں گے کہ نونہال بڑی خود اعتمادی کے ساتھ ہمدرد نونہال اسمبلی میں موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر تقریریں کرتے ہیں۔ بلاشبہ تقاریر اور بحث و مباحثہ کرنے والے بچے خود اعتمادی کے وصف سے مالا مال ہوتے ہیں۔

ہمدرد نونہال اسمبلی، نونہالوں کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ ہماری قومی اور صوبائی اسمبلیوں سے ذرا مختلف ہے، کیوں کہ وہ ملک کے سیاست دانوں کی اسمبلیاں ہیں اور ہمدرد نونہال اسمبلی ملک کے نونہالوں کی اسمبلی ہے۔ بچے جو من کے سچے ہیں، ان کے ایک ایک لفظ سے سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ نونہالوں کے لیے شہید حکیم محمد سعید کی اس اسمبلی کا مقصد نونہالوں کی صلاحیتوں کو اُبھارنا اور انھیں اپنے خیالات کے اظہار کے لیے ایک پلیٹ فارم فراہم کرنا تھا۔

خاص بات یہ ہے کہ ہمدرد نونہال اسمبلی کے ہر اجلاس کا موضوع مختلف ہوتا ہے، جس میں شریک بچے بہت منظم انداز میں اپنے اعلا خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اس اسمبلی کی اسپیکر بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پوری کارروائی کو آگے بڑھاتی ہیں۔ ہمدرد نونہال اسمبلی کا سب سے اہم اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے کچھ نہ کچھ سیکھ کر ہی گھر جاتے ہیں۔ ۲۰۱۳ء میں کراچی میں منعقد ہونے والی ہمدرد نونہال اسمبلی کے مہمانِ خصوصی سابق گورنر سندھ جنرل (ر) معین الدین حیدر صاحب کا کہنا تھا کہ میں جب بھی نونہال اسمبلی میں شریک ہوا ہوں، بہت کچھ سیکھ کر گیا ہوں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمدرد نونہال اسمبلی نونہالوں کے ساتھ ساتھ بڑوں کے لیے بھی مفید ثابت ہو رہی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شہید حکیم محمد سعید کا لگایا ہوا پودا، آج ایک گھنے درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہمدرد نونہال اسمبلی نونہالوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت گاہ ہے۔ شہید حکیم محمد سعید نونہالوں کو شجر سایہ دار دیکھنا چاہتے تھے، جس کے لیے انھوں نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت کی اہمیت کو سمجھا اور عملی طور پر کام کیا۔ تعلیم کی عظمت کے لیے قلم اُٹھایا اور اس کی ترقی کو مقصدِ حیات بنا لیا۔

ماہ نامہ ہمدرد نونہال میں حکیم صاحب نے بہت بامقصد اور اچھی تحریریں نونہالوں کے لیے تحریر کیں۔ ان کی تحریر سادہ اور دلنشین ہوتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی بامقصد باتیں لکھتے، ان کی تحریریں خوب صورت جملوں کا شاہکار اور مقصدیت کا مرقع ہوتی تھیں۔ ان کے علاوہ ہمدرد پبلک اسکول اور ہمدرد ولیج اسکول قائم کرنا شہید حکیم محمد سعید کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ اس طرح نونہالوں کی تعلیم اور تربیت کو مقصدِ حیات بنانے والے حکیم محمد سعید کی شہادت کے بعد بھی نونہالوں کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ ماہ نامہ ہمدرد نونہال، ہمدرد نونہال اسمبلی اور ان کے قائم کردہ اسکولوں کی صورت میں جاری ہے اور جاری رہے گا، ان شاء اللہ۔ ☆

حکیم محمد سعید اور قائداعظم

خلیل جبار

انسان کی فطرت ہے کہ وہ جس شخصیت سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے، اس کو اپنے لیے مثالی نمونہ بنالیتا ہے۔ جو شخص اپنے مثالی نمونے کی پیروی کرے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

قائداعظم ایک با اُصول اور دیانت دار شخصیت تھے۔ ان کی پوری زندگی نوجوانوں کے لیے ایک قابلِ فخر مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ وکالت کے دوران قائداعظم نے کبھی کسی جھوٹے، فرضی، من گھڑت اور بے بنیاد مقدمے کی پیروی نہیں کی۔ کسی مقدمے میں انھیں یہ علم ہو جاتا کہ یہ جھوٹا اور فرضی مقدمہ ہے تو صاف انکار کر دیتے۔ حال آں کہ ایسے جھوٹے مقدمات میں بھاری رقم کا لالچ بھی دیا جاتا ہے۔ اپنے پیشے میں وہ با اُصول اور دیانت دار اور وقت کے پابند مشہور تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح کے بارے میں شہید حکیم محمد سعید نے ایک جگہ لکھا تھا:

''جہاں تک قائداعظم کی شخصیت کا تعلق ہے، سب سے زیادہ ان کے اس پہلو نے متاثر کیا کہ آدمی صحیح فیصلہ کرے اور اس پر ڈٹ جائے۔ قائداعظم کی پوری زندگی میں جگہ جگہ یہ حقیقت بکھری ہوئی نظر آتی ہے کہ وہ ایک فیصلہ کرتے اور پھر اس پر ڈٹ جاتے۔ ان کا یہ فیصلہ بھی بالکل صحیح ہوتا اور اس پر عمل کرنے کے لیے قوت بھی پوری استعمال کرتے۔ میں اپنی زندگی میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس میں کام یابی بھی بخشی ہے۔''

شہید حکیم محمد سعید کی زندگی کام یابیوں سے پُر تھی اور انھیں یہ کامیابیاں اس لیے

نصیب ہوئیں کہ انھوں نے قائداعظم کی زندگی کا نمونہ سامنے رکھا۔

قائداعظم کی طرح شہید حکیم محمد سعید بھی وقت کے بہت پابند تھے۔ نونہال اسمبلی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے شہید حکیم محمد سعید نے کہا تھا: ''مجھے خوشی ہے کہ مختلف شہروں میں اس تقریب کے انعقاد سے میں نے نونہالوں کو وقت کا پابند کر دیا ہے۔ اب یہ میرے عزیز بچے وقت کی پابندی کرتے ہیں، وقت کی قدر کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وقت کا صحیح استعمال عبادت ہے اور غلط استعمال خیانت ہے۔''

قائداعظم کی طرح شہید حکیم محمد سعید کے بارے میں مشہور ہے کہ انھیں دیکھ کر لوگ اپنی گھڑیاں درست کر لیتے تھے۔

قائداعظم کام پر یقین رکھتے تھے اور وہ نوجوانوں پر زور دیا کرتے تھے کہ کام، کام اور کام۔ شہید حکیم محمد سعید نے قائداعظم کی بات پر عمل کرتے ہوئے پوری زندگی کام، کام اور کام کرتے گزار دی۔ اپنی شہادت کے دن بھی وہ مریضوں کو دیکھنے کے لیے اپنے مطب آ رہے تھے۔

شہید حکیم محمد سعید نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ بانیِ پاکستان محمد علی جناح کے پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانا چاہتے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ یہ سب اس وقت ہوسکتا ہے جب تعلیم کو عام کیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے جو خدمات انجام دیں، وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہیں۔ شہید حکیم محمد سعید نے اسکول سے لے کر یونی ورسٹی تک قائم کی۔ وطن کے نونہالوں کو علم اور اخلاق کے ہتھیاروں سے مسلح کرنے کے لیے انھوں نے ''ہمدرد نونہال'' جاری کیا۔

ایک تقریب میں شہید حکیم محمد سعید نے ''مدینۃ الحکمہ'' کے بارے میں کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ خیر کا راستہ ہے اور اس راہ پر چلنے میں بڑے کانٹے ہوتے ہیں، لیکن مجھے زخمی ہونا آتا ہے اور میں زخمی ہو سکتا ہوں اور ہوتا ہوں۔

اسی تقریب میں انھوں نے کہا: ''خدمت کا ایک درجہ یہ ہے کہ آدمی خود کو بھول جائے۔ میں یہ کوشش سال ہا سال سے کر رہا ہوں۔ ابھی مکمل کامیابی نہیں ہوئی ہے۔

بلاشبہ ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ شہید حکیم محمد سعید نے قائداعظم کی شخصیت سے متاثر ہو کر اور خود کو بھلا کر عوام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج بھی ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ بامقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحہ پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ ''کیا یہ چھپ جائے گی؟'' ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم در یچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلاعنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی چھوٹی تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔ (ادارہ)

کرشمہ

جدون ادیب

اس کا نام کرشمہ تھا۔ وہ پانچویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ وہ نہ بہت خوب صورت تھی اور نہ ذہین، مگر اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ کبھی کبھی اسے مرگی کا دورہ بھی پڑتا تھا۔ اس کے والد غریب آدمی تھے اور توجہ سے اس کا علاج نہیں کروا سکتے تھے۔ وقتی افاقہ ہو جانے پر اس کی طرف سے اطمینان ہو جاتا۔ اسکول میں جب اسے دورہ پڑتا تو اس کی آواز بھاری ہو جاتی اور ساتھ بیٹھنے والے بچے ڈر جاتے تھے۔

ایک مرتبہ کرشمہ کے ساتھ پڑھنے والی دو بچیوں کی والدہ اسکول میں آئیں اور پرنسپل صاحبہ سے شکایت کی کہ کرشمہ کی وجہ سے ان کی بچیاں خوف زدہ رہتی ہیں۔ جب وہ عام بچیوں سے الگ ہے تو اسے اسکول سے نکالا جائے، تاکہ باقی بچیوں کی تعلیم کا نقصان نہ ہو۔

پرنسپل صاحبہ نے سوچنے اور محکمے سے مشورے کے لیے کہہ کر اور تسلی دے کر انھیں رخصت کر دیا۔ کرشمہ اسی اسکول کے ایک استاد مراد صاحب کی بھانجی تھی۔ ان کو بُلا کر ان سے بھی مشورہ کیا گیا۔ پھر پرنسپل صاحبہ نے کرشمہ کی امی کو بُلایا اور ان سے درخواست کی کہ وہ اپنی بچی کو گھر پر پڑھائیں۔ کرشمہ کی والدہ چاہتی تھیں کہ ان کی بیٹی اسکول ہی میں پڑھے، تاکہ اسے احساس نہ ہو کہ اس کے ساتھ کوئی پیچیدہ مسئلہ ہے۔ انھوں نے پرنسپل صاحبہ سے درخواست کی کہ کرشمہ کو اسکول میں پڑھنے دیں۔ خصوصی حالات میں وہ آ کر اپنی بچی کو لے جائیں گی۔ پرنسپل صاحبہ ایک مہربان اور ہمدرد خاتون تھیں۔ وقتی طور

پر انھوں نے یہ بات مان لی۔

کچھ دن کے بعد کرشمہ کو پھر دورہ پڑا۔ ایک بچے کو کرشمہ کے گھر دوڑایا گیا تو پتا چلا کہ اس کی امی گھر پر نہیں ہیں۔ مجبوراً اسے آفس میں رکھنا پڑا۔

کرشمہ کا جسم اکڑ جاتا تھا۔ ہاتھ پیر مڑ جاتے تھے۔ وہ پکارنے کے انداز میں کچھ نام لیتی تھی، جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ شاید اس لیے یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اس پر کسی جن، بھوت کے اثرات ہیں۔

پرنسپل صاحبہ نے اپنی آنکھوں سے کرشمہ کی حالت دیکھی تو انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ کرشمہ کو اسکول میں نہیں رکھیں گی۔ کافی دیر بعد اس کی امی آئیں تو میڈم نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ آیندہ وہ کرشمہ کو اسکول نہ بھیجیں۔

دو دن کے بعد کرشمہ کے ابو اسکول آئے اور پرنسپل صاحبہ کو بتایا کہ انھوں نے اسکول کے مالک مومن صاحب سے کرشمہ کی پڑھائی کے لیے خصوصی اجازت لے لی ہے۔ ازراہِ کرم اس کی پڑھائی جاری رہنے دیں۔ شاید اللہ تعالیٰ کبھی مہربان ہو جائے۔

یہ ایک پرائیویٹ اسکول تھا، لیکن ایک سرکاری منصوبے کے تحت کچھ بچوں کی فیس حکومت ادا کرتی تھی۔ مومن صاحب نے پرنسپل صاحبہ کو اس سلسلے میں قائل کر لیا۔

کرشمہ دوبارہ اسکول آنے لگی۔ اسے ایک مرتبہ اور دورہ پڑا تو ساتھ بیٹھی بچی خوف زدہ ہو کر رونے لگی۔ وہ اتنی خوف زدہ ہو گئی کہ چپ ہی نہیں ہو پا رہی تھی۔ اس دن آفس میں بہت ہلچل مچی۔ پرنسپل صاحبہ خلافِ معمول غصے میں تھیں۔ کچھ دن پہلے سر مراد بھی اسکول چھوڑ گئے تھے۔ کرشمہ کی حمایت میں مزید کمی آ گئی تھی۔ کرشمہ کی امی نے آخر

کہہ دیا کہ وہ آیندہ اسے اسکول نہیں بھیجیں گی۔

ایک دن اسکول میں وقفے کے دوران بچوں نے آکر بتایا کہ کرشمہ باہر بیٹھی رو رہی ہے۔ یہ بہت متاثر کرنے والی بات تھی۔ مومن صاحب کے بیٹے سر جواد نے اسے اندر بُلا لیا اور فیصلہ کیا کہ اب جیسے بھی ہو، کرشمہ ضرور پڑھے گی۔ اس دن کے بعد کرشمہ پھر پڑھنے لگی۔ اسے دورے بھی پڑتے تھے، مگر اب اسے برداشت کیا جاتا تھا، کیوں کہ سر جواد اس کے ساتھ تھے۔ کرشمہ کو اپنی ہم جماعتوں کی طرف سے بھی باتیں سننی پڑتیں، اس کے ساتھ عام بچیوں جیسا سلوک نہیں کیا جاتا تھا، مگر پھر بھی وہ بڑی ہمت سے اپنی تعلیم جاری رکھے ہوئے تھی۔ اس کی امی نے پرنسپل صاحبہ کے سامنے بڑے دکھی انداز میں بتایا کہ کرشمہ لوگوں کے خراب رویے کی وجہ سے اکثر روتی ہے۔

سالانہ امتحانات سے پہلے جب بچوں کے فارم بھرے جا رہے تھے، تا کہ حکومت کی طرف سے اسکول کو فنڈز ملیں تو کرشمہ کا فارم بھرتے ہوئے سر جواد نے کسی خیال کے تحت کرشمہ کی بیماری کا لکھ دیا اور ساتھ مختصر تفصیل بھی لکھ دی۔ فارم منظوری کے لیے چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد سروے ٹیم اسکول آئی۔ انھوں نے پانچویں جماعت میں جا کر خاص طور پر کرشمہ سے سوال جواب کیے۔ اگلے دن ایک اور ٹیم آئی۔ اس نے کرشمہ کا طبی معائنہ کیا اور اس کی امی کو بُلا کر اگلے روز ایک بڑے اسپتال میں کرشمہ کو لے جانے کو کہا۔

اس کے بعد کرشمہ کی صحت تیزی سے بہتر ہونے لگی۔ اس بڑے اسپتال میں پتا چلا کہ اسے مرگی ہے۔ اب جب کہ اس کے مرض کی پہچان ہو گئی تو اس کا علاج آسان ہو گیا۔ حکومت کرشمہ کا مکمل علاج کروا رہی تھی۔ اسے اسپتال میں اپنے سالانہ امتحان کی

فکر تھی۔ سر جواد اس سے ملنے اسپتال آئے۔ وہ اس کے لیے پھولوں کا گلدستہ اور ڈرائنگ بک اور رنگین پنسلوں کا ڈبا لائے اور اسے خوش خبری سنائی کہ اس کے علاج کے بعد ایک خصوصی امتحان لیا جائے گا، جس کے بعد وہ اگلی کلاس میں جا سکتی ہے۔

کرشمہ دو ماہ بعد اسپتال سے رخصت کر دی گئی۔ اب وہ ٹھیک تھی، مگر کچھ عرصے تک اسے دوائیں کھانی تھیں اور ہر مہینے میڈیکل چیک اپ کروانا تھا۔ علاج کے بعد جس دن کرشمہ اسکول آئی، اس دن سالانہ امتحانات کی تقسیم اسناد کی تقریب تھی۔ اسکول کے مالک مومن صاحب نے اپنی تقریر میں کرشمہ کی بیماری، اس کے ساتھ روا سلوک، اس کے حوصلے اور اس کے بعد ایک اچھے صلے کے موضوع پر بات کی۔ انھوں نے کرشمہ کو اپنی بیٹی اور اسکول کا فخر قرار دیا۔

پرنسپل صاحبہ نے اعلان کیا کہ جلد کرشمہ سے امتحان لے کر اسے اگلی جماعت میں بھیجا جائے گا۔ سر جواد نے بھی کرشمہ کی حوصلہ افزائی کی۔

کرشمہ نے خصوصی امتحان پاس کر لیا۔ اب اسے دورے نہیں پڑتے۔ اس کا علاج مستقل جاری تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ تیزی سے صحت یاب ہو رہی ہے اور بہت جلد وہ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہو جائے گی۔ ☆

ای-میل کے ذریعے سے

ای-میل کے ذریعے سے خط وغیرہ بھیجنے والے اپنی تحریر اردو (ان پیج نستعلیق) میں ٹائپ کر کے بھیجا کریں اور ساتھ ہی ڈاک کا مکمل پتا اور ٹیلے فون نمبر بھی ضرور لکھیں، تاکہ جواب دینے اور رابطہ کرنے میں آسانی ہو۔ اس کے بغیر ہمارے لیے جواب ممکن نہ ہوگا۔

hfp@hamdardfoundation.org

بیت بازی

زمانے کی شکایت کیا، زمانہ کس کی سنتا ہے
مگر تم نے تو آوازِ جُنوں پہچان لی ہوتی

شاعر: قابل اجمیری پسند: شائلہ ذیشان، ملیر

ساحل کے انتظار میں چکرا گیا ہوں میں
مجھ کو مری وفا کے بھنور سے نکالیے

شاعر: قتیل شفائی پسند: محمد فراز نواز، ناظم آباد

تم راہ میں چپ چاپ کھڑے ہو تو گئے ہو
کس کس کو بتاؤ گے کہ گھر کیوں نہیں جاتے

شاعر: بشیر بدر پسند: علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

سب جرم میری ذات سے منسوب ہیں محسن
کیا میرے سوا اس شہر میں معصوم ہیں سارے؟

شاعر: محسن نقوی پسند: تحریم خان، نارتھ کراچی

جو ہاتھ اُٹھے تھے، وہ سبھی ہاتھ تھے میرے
جو چاک ہوا ہے، وہ گریباں بھی میرا ہے

شاعر: افتخار عارف پسند: گلنار عاصم، ملتان

میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تُو سمجھتا ہے، مجھے تجھ سے گِلہ کچھ بھی نہیں

شاعر: اختر شمار پسند: حسن ارسلان، لاہور

صبح دَم میں کھولتا ہوں رسی اپنے پاؤں کی
دن ڈھلے خود کو کہیں سے ہانک کر لاتا ہوں میں

شاعر: عباس تابش پسند: حبیب احمد، کوئٹہ

آ مجھے دیکھ، جسے دیکھ کے نظریں کہہ دیں
ہم نے پھرتا ہوا بازار میں غم دیکھا ہے

شاعر: اسحاق آشفتہ پسند: مریم عبداللہ، اسلام آباد

اللہ اللہ، بزمِ نو کے چراغ
روشنی کم، دھواں زیادہ ہے

شاعر: رحمان خاور پسند: حیات اللہ، فیصل آباد

جواب، اس کے مجھے لاجواب کرتے ہیں
مرے سوال کے آگے سوال رکھتا ہے

شاعرہ: ریحانہ یاسمین پسند: وجیہ متین، نارتھ کراچی

کتنا مشکل سوال پوچھا ہے
آپ نے دل کا حال پوچھا ہے

شاعر: شاہ نواز سواتی پسند: قمر امیر، کراچی

مرا قصور نہ تھا کوئی، تو سزا کے لیے
نئے اصول، نئے ضابطے بنائے گئے

شاعر: سید مقبول عابدی پسند: جہانگیر عقیل، لاڑکانہ

کچی باتوں سے نہ تم آنکھ چرائے رکھنا
کیوں کہ ممکن نہیں خوش بو کو چھپائے رکھنا

شاعرہ: نعیم حیدر پسند: خدیجہ صمد، ایف بی ایریا

کسی بدلتی ہوئی رُت نے گر کیا منظور
تو زندگی کی یہ حالت بدل کے دیکھوں گا

شاعر: قیصر عباس زیدی پسند: عائشہ صدیق، کراچی

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

انسانیت کی باتیں

اظہر علی پٹھان، لاڑکانہ

☆ جو دوسروں پر ہنستا ہے، دنیا اس پر ہنستی ہے۔

☆ آپ کسی سے بھلائی کریں تو اسے بھول جائیں، مگر کوئی آپ سے بھلائی کرے تو اسے ہمیشہ یاد رکھیں۔

☆ جو آدمی اپنی بھلائی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ دوسرے کا بھلا سوچے۔

☆ بے کار ہے وہ دن جس میں کوئی نیک کام نہ کیا جائے۔

مغل کتب خانہ

مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

تقریباً تمام مغل بادشاہ ادبی ذوق رکھتے تھے۔ بابر اور جہانگیر نے تو اپنی یادداشتیں بھی لکھیں، کچھ بادشاہ شعر و شاعری بھی کرتے تھے اور شاعروں کی سرپرستی کرتے تھے۔ انھیں کتابیں جمع کرنے، پڑھنے یا سننے کا بھی شوق تھا۔ ہمایوں جلاوطنی میں سفر کے دوران بھی اونٹوں پر کتابیں ساتھ لے کر چلتا تھا۔ اکبر بادشاہ کو خاص طور پر علمی و ادبی و مذہبی مباحثوں کا شوق تھا، اس لیے اس نے شاہی کتب خانے کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور کوشش کی کہ نایاب کتابیں جمع کی جائیں۔

کتب خانے سے منسلک شعبۂ خوش نویسی تھا، جہاں ماہر خوش نویس ملازم تھے۔ یہ خوش نویس کتاب کی نقل تیار کرتے تھے۔ کتاب کے حاشیے پر خوب صورت پھول پتیاں بنائی جاتی تھیں۔ جب کتابت پوری ہو جاتی تو مصور خاص خاص کتابوں پر موضوع کے لحاظ سے تصویریں بناتے تھے۔

اکبر بادشاہ کے دربار میں تقریباً ڈیڑھ سو مصور تھے۔ اکبر نے ترجمے کا علاحدہ شعبہ قائم کیا تھا، جہاں مختلف موضوعات کی کتابیں

سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہوتی تھیں۔
مغل بادشاہوں کو تاریخ سے بڑی دل چسپی تھی، اس لیے وہ دربار میں ماہر مورخ رکھتے تھے، جو مغلیہ خاندان کی تاریخ لکھتے تھے۔

شاعروں کی نوک جھوک

مرسلہ : عرشیہ نوید حسنات، کراچی

اردو کے دو مشہور شاعروں، سودا اور میر ضاحک میں زبردست نوک جھوک رہتی تھی۔ اتفاقاً میر ضاحک، سودا کی زندگی میں انتقال کر گئے۔ سودا تعزیت کے لیے ان کے گھر گئے۔ تعزیت کے بعد انھوں نے اپنی بیاض منگوائی اور میر ضاحک کے خلاف جتنی نظمیں لکھی تھیں، سب نکال کر پھاڑ دیں۔

میر ضاحک کا بیٹا سودا کے اس عمل سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے بھی اپنے والد کی بیاض منگوائی اور اس میں سودا کے خلاف جتنی نظمیں تھیں، سب پھاڑ ڈالیں۔

عجیب معلومات

مرسلہ : سیدہ زینب شہزاد، کراچی

☆ مچھلی کھانے سے یادداشت اور ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے۔

☆ زمین میں گردش کی بنا پر کسی بھی چیز کو مشرق کی نسبت مغرب میں زیادہ دور تک پھینکا جا سکتا ہے۔

☆ سو سال سے زیادہ عمر پانے والوں میں اسی فی صد شرح عورتوں کی ہوتی ہے۔

☆ وھیل مچھلی کی ایک قسم ''اورکا'' جس کا وزن آٹھ ٹن کے قریب ہوتا ہے، اتنے وزن کے باوجود یہ سمندر کے پانی سے فضا میں پندرہ فیٹ تک چھلانگ لگا سکتی ہے۔

☆ ''ONLY END ONE'' یہ کسی فلم یا ناول کا نام نہیں، بلکہ ایک کچھوے کا نام ہے، جس نے تقریباً تین صدیاں دیکھی تھیں۔ یہ کچھوا سترہ سو پچاس میں پیدا ہوا اور دو ہزار چھے میں مرا۔ اس وقت اس کی عمر دو سو چھپن برس تھی۔

☆ کیلے کا چھلکا لوگوں کو گرانے کے علاوہ دانتوں میں سفیدی لانے کے کام بھی آ سکتا ہے۔

☆ دنیا بھر میں اوسطاً پچاس ہزار لوگ سانپ کے ڈسنے سے مرتے ہیں، لیکن سانپ کے ڈسنے سے اموات کی شرح آسٹریلیا میں

پانچ افراد فی سال ہے اور آسٹریلیا وہ خطہ ہے، جہاں اس دنیا کے زہریلے ترین سانپ پائے جاتے ہیں۔

قانون سب کے لیے

مرسلہ : تحریم خان، نارتھ کراچی

ترقی یافتہ ممالک میں قانون سب کے لیے برابر ہے۔ اس کی بہترین مثال اس وقت سامنے آئی جب اسپین کی ملکہ صوفیہ (SOFIA) کو تیز رفتاری سے کار چلانے پر ۷۵ ڈالر جرمانے کی سزا دی گئی۔ ملکہ جزیرہ ''مالورکا'' میں اپنے شاہی محل جا رہی تھیں اور ان کی کار کی رفتار ۵۶ میل فی گھنٹا تھی، جب کہ اس علاقے میں حدِ رفتار ۳۶ میل فی گھنٹا ہے۔ سڑک کے کنارے لگے رفتار چیک کرنے والے آلے نے ملکہ صوفیہ کی کار کی رفتار چیک کی اور آگے متعین پولیس نے کار کو روکا اور ملکہ پر فوری جرمانہ عائد کر دیا۔

استاد

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

☆ امریکا میں تین قسم کے لوگ سب سے زیادہ قابلِ احترام سمجھے جاتے ہیں: (۱) معذور (۲) سائنس داں (۳) استاد۔

☆ فرانس کی عدالت میں استاد کے سوا کسی کو کرسی نہیں پیش کی جاتی۔

☆ جاپان میں پولیس کو استاد کی گرفتاری کے لیے پہلے حکومت سے خصوصی اجازت نامہ لینا پڑتا ہے۔

☆ کوریا میں کوئی بھی استاد اپنا کارڈ دکھا کر ان تمام سہولتوں سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو ہمارے ملک میں صرف وزیر، ایم این اے، ایم پی اے کو حاصل ہے۔

☆ ہمارے زوال کی بڑی وجہ اہلِ علم و دانش کی ناقدری ہے، کیوں کہ جس ملک میں علم کی قدر نہیں ہوگی، وہاں پُرامن ماحول کیسے پیدا ہوگا۔

ناقابلِ استعمال ٹوٹکے

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

☆ اگر کسی بچے کو مٹی کھاتے دیکھیں تو اسے تھوڑا سا سیمنٹ کھلا دیں، تا کہ بنیاد پکی ہو جائے۔

☆ اگر آپ اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنا چاہتے

ہیں تو ایک گلاس ٹھنڈا، برفیلا پانی لیں اور سامنے جو بھی آئے اس پر پانی ڈال دیں۔ وہ آدمی گرم ہو جائے گا اور آپ اس کے ہاتھوں ٹھنڈے ہو جائیں گے۔

☆ اگر آپ کے ہاتھ میں بہت درد ہے تو ایک مضبوط ہتھوڑی لیں اور زور سے پاؤں پر ماریں۔ یقین کریں، آپ ہاتھ کا درد بالکل بھول جائیں گے۔

☆ اگر آپ کے دانت میں کیڑا لگ جائے تو ایک دو ہفتے تک کچھ مت کھائیں پئیں۔ کیڑا اندر ہی بھوکا مر جائے گا۔

☆ اگر آپ کو رات میں نیند نہیں آتی تو آنکھوں پر ایک پٹی مضبوطی سے باندھ لیں۔ آپ کو نیند بھی اچھی آئے گی اور صبح آنکھ بھی نہیں کھلے گی۔

☆ اگر آپ کے بال سفید ہونے لگیں تو سارے سر میں چونا پھیر لیں۔ اس طرح سارے بالوں کا رنگ ایک جیسا ہو جائے گا۔

☆ اگر سردیوں میں آپ کے پیروں کی ایڑیاں پھٹ جائیں اور کوئی کولڈ کریم اثر نہ کرے تو سوئی دھاگا لے کر اپنی ایڑیوں کو سی لیں۔

☆ اگر آپ کو رات میں دیر تک جاگنے کی عادت ہے تو چوکیداری کر لیں، تاکہ کچھ پیسے ہی مل جائیں۔

☆ مسجد کے باہر جوتا رکھتے وقت ایک جوتا ایک کونے میں اور دوسرا جوتا دوسرے کونے میں رکھنے سے جوتا چوری نہیں ہوتا۔

☆ اگر آپ کے بال گرتے ہیں تو آپ گنجے ہو جائیں۔ نہ رہیں گے بال، نہ رہے گی پریشانی۔

غصہ

مرسلہ : زین علی، بھٹائی کالونی

کسی نے ایک دانشور سے پوچھا: ''غصہ کیا ہے؟''

تو انھوں نے بہت ہی خوب صورت جواب دیا: ''کسی کی غلطی کی سزا خود کو دینا۔''

☆

ریشمی جوڑا

حسن ذکی کاظمی

بیگم صاحبہ برآمدے میں بیٹھی ہوئی اپنی بہو سے باتیں کر رہی تھیں اور گرم گرم چائے کے مزے بھی لیتی جا رہی تھیں۔ بہو ابھی دو دن پہلے لندن کی سیر کر کے لوٹی تھی اور ساس کو وہاں کے قصّے سنا رہی تھی۔ وہاں کیا کیا دیکھا، کس کس سے ملی، کیا کیا خریدا، وغیرہ وغیرہ۔ باتیں کرتے کرتے بہو نے کرسی کے پاس رکھا ہوا پلاسٹک کا تھیلا اُٹھایا اور بولی: ''امی! میں نے آپ کے لیے لندن میں یہ کپڑا خریدا تھا، شلوار قمیص کے لیے، یہ ہے اس کا دوپٹا اور یہ اس رنگ سے ملتا جلتا سوئٹر۔''

بیگم صاحبہ نے ان چیزوں کو بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہا: ''بے حد خوب صورت ہیں ساری چیزیں۔ رنگ بھی بڑے پیارے ہیں، لیکن بیٹی! تم نے یہ تکلیف کیوں کی، بھلا یہ میری عمر ہے اتنی مہنگی چیزیں پہننے کی۔''

''امی! اچھے لباس کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں۔ بس آپ اسے فوراً سلوا لیجیے۔ عید پر آپ یہی جوڑا پہنیے گا، ورنہ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی۔'' بہو نے مسکرا کر کہا۔

''اللہ تمھیں سلامت رکھے۔ تمھارا سہاگ قائم رہے۔ بچوں کی خوشیاں دیکھو۔''

ساس نے محبت سے بہو کے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائیں دینے لگیں۔

چار پانچ دن گزر گئے۔ بیگم صاحبہ کمرے میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھیں کہ انھیں حمیدہ کی آواز نے چونکا دیا: ''بیگم صاحبہ! آج گوشت میں کون سی سبزی ڈالوں؟''

بیگم صاحبہ نے اخبار پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا: ''حمیدہ! میں نے دس بار کہا

ہے کہ کھانے کے بارے میں بہو سے پوچھا کرو، لیکن بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''بیگم صاحبہ! میری مصیبت یہ ہے کہ آپ سے پوچھتی ہوں تو آپ بہو بیگم کی طرف بھیجتی ہیں اور ان کے پاس جاتی ہوں تو وہ کہتی ہیں امی سے پوچھو۔'' حمیدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اچھا سبزی کا بعد میں بتاؤں گی، پہلے اِدھر آ میرے پاس، ذرا میرا یہ بازو دبا دے۔ بہت درد ہو رہا ہے۔'' بیگم صاحبہ نے مسکرا کر کہا۔

حمیدہ نے بیگم صاحبہ کا بازو دبانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ دونوں میں باتیں ہونے لگیں۔ بیگم صاحبہ بولیں: ''حمیدہ! تمھاری بیٹی کیسی ہے؟ کتنے دن سے دکھائی نہیں دی۔ کیا ناراض ہے ہم سے؟''

''توبہ توبہ، بیگم صاحبہ! اس کی کیا مجال کہ آپ سے ناراض ہو۔'' حمیدہ نے گھبرا کر اپنے کان چُھوتے ہوئے کہا۔

''تو پھر آتی کیوں نہیں میرے پاس؟'' بیگم صاحبہ ہنستے ہوئے بولیں۔

''بس بیگم صاحبہ! وہ امتحان سر پر آ گئے ہیں نا۔ دن رات پڑھتی رہتی ہے اور ہاں آپ کو بتانا یاد نہیں رہا، وہ جو رشتہ آیا تھا بیٹی کا، وہ لوگ عید کے دن بات پکی کرنے آ رہے ہیں۔ میں سوچتی ہوں رشتہ اچھا ہے، بات پکی ہو ہی جائے۔''

''ٹھیک سوچا ہے تم نے، لیکن کچھ تیاری بھی کی؟'' بیگم صاحبہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''بیگم صاحبہ! غریبوں کی تیاری کیا ہے۔ یتیم بچی ہے، باپ کا سایہ سر پر ہوتا تو کچھ تیاری بھی ہو جاتی۔ سوچا ہے کہ اس دن پہننے کے لیے ایک اچھا جوڑا سِلوا دوں گی اور

رشتے داروں کو چائے پلادوں گی۔'' حمیدہ ٹھنڈا سانس بھر کر بولی۔

''لو بس اب کام کرو، چین آ گیا۔ اللہ تمھیں جیتا رکھے۔ ایسا کرو کہ گوشت میں لوکی ڈال دو اور ہاں بچی کا جوڑا بنانا تو مجھ سے مشورہ کر لینا۔'' بیگم صاحبہ نے اخبار ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

حمیدہ مسکراتی ہوئی باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

رمضان اپنی برکتیں بانٹتا ہوا آیا اور جانے بھی لگا۔ اب ہر طرف عید کی تیاری تھی۔ گھروں میں رنگ روغن اور صفائی ہو رہی تھی۔ بازاروں کی رونق چار گنی ہو گئی تھی۔ دکانیں سجی ہوئی تھیں۔ روشنیوں کا سیلاب تھا۔ راستہ چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ درزیوں کو تو لمحے بھر کی فرصت نہ تھی۔ انتیسواں روزہ ختم ہوا تو بے چینی سے چاند کا انتظار ہونے لگا۔

انتیس کے چاند کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ لو چاند نظر آ گیا۔ گولے اور پٹاخے داغے گئے۔ پورا محلہ مبارک سلامت کے شور سے گونج اُٹھا۔ خوشیاں بکھرنے لگیں۔

عید کی نماز کے بعد پوتے پوتیوں، نواسے، نواسیوں نے بیگم صاحبہ اور ان کے شوہر کو گھیر لیا اور عیدی کا تقاضا ہونے لگا۔ تھوڑی دیر میں بیٹا اور بہو بھی سلام کرنے آئے۔ بہو نے بیگم صاحبہ کو دیکھتے ہی کہا: ''امی! میں نہیں بولوں گی آپ سے۔ میں سخت ناراض ہوں۔ آپ نے وہ میرا لایا ہوا جوڑا کیوں نہیں پہنا آج؟''

''مجھے یقین ہے کہ جب میری پیاری بٹی کو اس کی وجہ معلوم ہوگی تو اس کی ناراضی فوراً ختم ہو جائے گی۔'' بیگم صاحبہ نے مسکراتے ہوئے بہو کو گلے لگا لیا۔

ساس بہو میں باتیں ہو رہی تھیں کہ حمیدہ نے آ کر سلام کیا اور کہنے لگی: ''بیگم صاحبہ! تھوڑی دیر میں فریدہ بٹی کے رشتے والے آ جائیں گے۔ فریدہ کہہ رہی تھی کہ ان کے آنے سے پہلے بیگم صاحبہ اور بہو بیگم کو سلام کر آؤں۔''

''تو کہاں ہے وہ؟ بلاؤ نا اسے کمرے میں۔'' بیگم صاحبہ نے کہا۔

''فریدہ! اندر آ جا بٹی!'' حمیدہ نے آواز لگائی۔

فریدہ نے اندر آ کر بیگم صاحبہ اور بہو بیگم کو سلام کیا۔ بہو کی نظر فریدہ پر پڑی تو وہ حیران رہ گئی۔ اس کا لایا ہوا ریشمی جوڑا فریدہ کے جسم پر تھا۔ بیگم صاحبہ نے فریدہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا: ''ماشاء اللہ! کیسی حسین لگ رہی ہے میری بٹی! اللہ نصیب اچھے کرے۔''

حمیدہ اور فریدہ واپس گئیں تو بہو نے کہا: ''اچھا تو یہ معاملہ ہے۔''

''بٹی! نہ جانے مجھے کیوں ایسا محسوس ہوا کہ یہ جوڑا اس خاص موقع پر پہننے کے

لیے فریدہ ہی کے لیے آیا تھا۔ بس کچھ سوچے بغیر میں نے یہ حمیدہ کو دے دیا۔ مجھے یقین تھا کہ تم ناراض نہیں ہوگی۔'' بیگم صاحبہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''امی! آپ نے بہت اچھا کیا۔ آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے۔'' بہو نے ساس کا ہاتھ محبت سے چومتے ہوئے کہا۔

بیگم صاحبہ نے زبان سے اور کچھ نہ کہا، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک ان کے ذہن میں گردش کر رہی تھی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی اُنگلی اور درمیانی اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح نزدیک ہوں گے جس طرح یہ دو اُنگلیاں۔'' (بخاری شریف) ☆

بلاعنوان انعامی کہانی

محمد ذوالقرنین خان
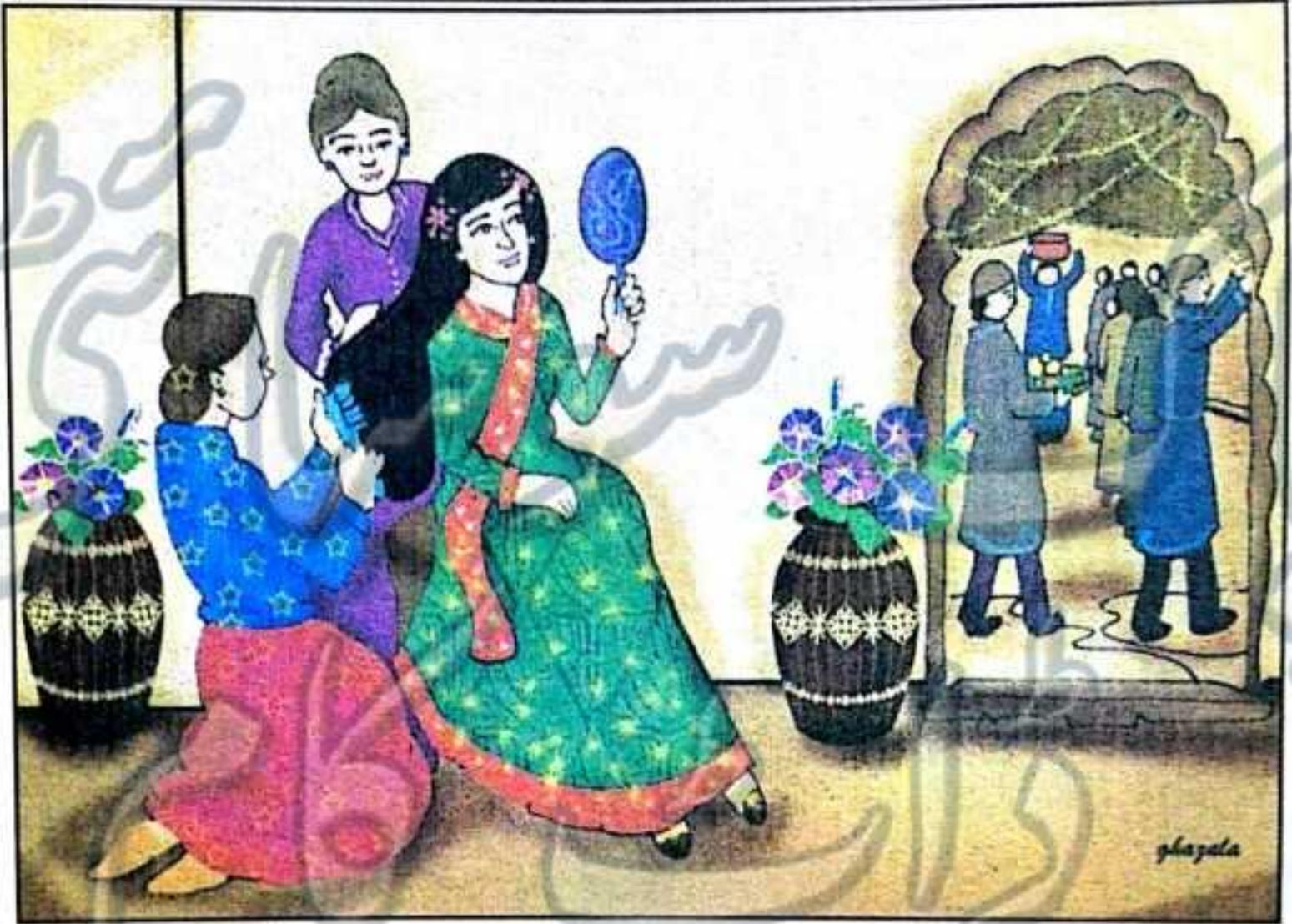
شہزادی ماہ نور اٹھارہ برس کی ہوگئی تھی۔ اس دن بادشاہ سلامت بہت خوش تھے۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق رعایا کے لیے شاہی خزانے کا منھ کھول دیا گیا تھا۔ رات کو بہت بڑی شاہی دعوت کا اہتمام کیا جارہا تھا۔ جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ پورے ملک میں جشن کا سماں تھا۔ تمام قیدیوں کی سزائیں معاف کر دی گئی تھیں۔ اس خوشی کے موقع بادشاہ کو صرف ان پانچ باغیوں پر رحم نہیں آیا تھا، جو ہاشم کے ساتھی تھے۔ ان میں سے ایک ہاشم کا بھائی بھی تھا۔ یہ باغی بہت مشکل سے اس کے ہاتھ آئے تھے۔ وہ تو انہیں فوراً قتل کروا دیتا، مگر شہزادی کی سال گرہ کی وجہ سے اس نے

فی الحال یہ ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔

ہاشم باغیوں کا سردار تھا۔ وہ بہت چالاک شخص تھا۔ اس نے بادشاہ کا "ناک میں دم" کیا ہوا تھا۔ دارالحکومت سے کچھ دور ایک دشوار گزار پہاڑی سلسلہ اس کا ٹھکانا تھا، جہاں سے وہ حکومت کے خلاف کارروائیاں کرتا تھا۔ ہاشم ایک پڑھا لکھا نوجوان تھا۔ اس کا باپ ایک کسان تھا۔ ایک دن سرکاری اہلکاروں نے اس کی زرخیز زمین پر قبضہ کرلیا۔ جب وہ اس ظلم کی شکایت لے کر دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے سرکاری اہلکاروں کو طلب کیا۔ بادشاہ سلامت کو بتایا گیا کہ یہ بوڑھا کسان غدّار ہے اور حضور کا وفادار نہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے ہاشم کے بوڑھے باپ کو سرِ عام کوڑے مارنے کی سزا سنادی۔ کوڑے اس شدت سے برسائے گئے کہ ہاشم کا باپ ان کی تاب نہ لا سکا اور مر گیا۔

اس دن ہاشم نے ٹھان لی کہ وہ بادشاہ سے اس کے ظلم کا بدلہ ضرور لے گا۔

اس نے دشوار گزار پہاڑوں میں بسیرا کر لیا۔ جو لوگ بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو چکے تھے، وہ بھی آ کر اس کے ساتھ ملتے چلے گئے۔ یوں ایک بہت بڑا گروہ بنتا گیا۔

اس دن بادشاہ جب جشن کے حوالے سے احکامات جاری کر رہا تھا، تب پرانے کپڑوں میں ملبوس، بھاری بھرکم پگڑی باندھے، آنکھوں میں سرمہ ڈالے ایک لمبا تڑنگا نوجوان دربار میں حاضر ہوا۔ عام حالات میں تو اسے کوئی دربار میں گھسنے بھی نہ دیتا، لیکن ہر خاص و عام کو آج کے دن دربار میں آنے کی اجازت تھی، اس لیے وہ اندر آ گیا تھا۔ بادشاہ نے اسے دل چسپی سے دیکھا۔

''مانگو کیا مانگتے ہو، آج جو چاہو گے ملے گا۔'' بادشاہ نے بارُعب آواز میں کہا۔

اس نوجوان نے دستور کے خلاف بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

یہ سن کر بادشاہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے، مگر پھر کچھ سوچ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرا دیا: ''نوجوان! یہ خطرناک خیال تمھیں کیوں کر سوجھا۔ تم جانتے ہو یہ بات کرنے کے بعد تمھاری جان بھی جا سکتی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے پاس کھڑے جلاد کو آنکھوں سے مخصوص اشارہ کیا۔ جو اگلے ہی لمحے تلوار پکڑے اس جوان کے سر پر جا پہنچا اور بادشاہ سلامت کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگا۔

اس نوجوان نے ایک سرسری نگاہ کالے بھجنگ، لمبے قد کے طاقت ور جلاّد پر ڈالی اور بے خوفی سے بولا: ''میں مرنے سے نہیں ڈرتا حضور! دربار میں آنے کی وجہ وہ کہانیاں ہیں، جن میں ایک لکڑہارا بادشاہ سلامت کی تین شرطیں پوری کر کے شہزادی سے شادی

کر لیتا ہے۔ آپ نے بھی شہزادی ماہ نور سے شادی کے لیے تین شرطیں رکھی ہیں۔ چوں کہ میں بھی ایک لکڑ ہارا ہوں اور یہ سمجھتا ہوں کہ میں آپ کی ہر شرط پوری کر سکتا ہوں، اس لیے حاضر ہوا ہوں۔

بادشاہ سلامت نے یہ بچکانہ بات سن کر قہقہہ لگایا۔ ایک نظر دربار میں بیٹھے اپنے مصاحبوں اور وزرا پر ڈالی، جو یہ احمقانہ بات سن کر مسکرا رہے تھے۔ بادشاہ نے دل لگی کے لیے اپنے قریب کھڑے درباری سے کہا کہ لکڑ ہارے کو وہ تین شرطیں بتائی جائیں، جنھیں پورا کر کے وہ شہزادی سے شادی کر سکے۔

یہ سنتے ہی وہ لکڑ ہارا بول پڑا: ''حضور! مجھے صرف آپ کی فراست اور دانائی پر اعتبار ہے۔ یہ سب تو مجھے احمق دکھائی دیتے ہیں، اس لیے شرطیں آپ ہی بتائیں۔

یہ بات سن کر دربار میں کھلبلی مچ گئی، مگر کوئی کچھ کہہ نہیں سکا، کیوں کہ اگر لکڑ ہارے نے درباریوں کی تذلیل کی تھی تو بادشاہ کی تعریف بھی کی تھی۔ بادشاہ یہ بات سن کر دل ہی دل میں خوش ہوا، مگر چہرے پر سنجیدگی طاری رکھی۔

''جوان! تم نے ہمارے باوقار، قابل تعظیم درباریوں کے ساتھ گستاخی کی ہے۔ اس کی سزا تمھیں ملے گی۔'' بادشاہ کی آواز دربار میں گونجی۔

یہ سن کر پہلی مرتبہ لکڑ ہارے کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے کہا: ''حضور! آپ کے لائق اور باوقار مشیروں اور درباریوں کی نظر میں، میں ایک احمق انسان ہوں۔ کیا ایسا نہیں ہے؟''

یہ بات سن کر بادشاہ نے ایک نگاہ درباریوں پر ڈالی جیسے اس سوال کا جواب چاہتا ہو۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ انھوں نے اس لکڑ ہارے سے زیادہ بے وقوف

اور احمق شخص نہیں دیکھا۔

لکڑ ہارے نے بادشاہ کی جانب دیکھا اور کہا: ''اگر یہ سب یہ سمجھتے ہیں کہ میں احمق ہوں اور یہ سب مجھ سے بہتر ہیں، تو ان میں سے کوئی مجھے کچھ ایسا کام کرنے کو کہے جو میں نہ کرسکوں، مگر بتانے والا خود وہ کام آسانی سے سرانجام دے لے۔''

یہ بات سن کر وہاں موجود تمام لوگ سوچ میں پڑ گئے۔

''اگر یہ ایسا کچھ نہیں بتا سکتے تو پھر میری بتائی گئی شرطوں کو ہی پورا کر کے خود کو مجھ سے زیادہ عقل مند، ذہین اور بہادر ثابت کرلیں۔'' لکڑ ہارے نے دربار میں چھائی ہوئی خاموشی توڑی۔

''اے جوان! تم کہو، ایسا کون سا کام ہے، جو میرے لائق فائق درباری نہیں کرسکتے اور تم اسے آسانی سے کرسکتے ہو؟'' بادشاہ نے تجسس سے پوچھا۔ بادشاہ لکڑ ہارے کو قتل کروانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ وہ اس بے وقوف کے ساتھ محض وقت گزاری کی خاطر گفتگو کر رہا تھا۔

''میں ببر شیر سے لڑ سکتا ہوں۔ خدا نے حافظہ ایسا دیا ہے کہ ایک ہی رات میں پانچ سو صفحات کی کتاب یاد کرسکتا ہوں۔ آنکھوں پر پٹی باندھ کر آواز کے سہارے نشانہ لے سکتا ہوں۔ کیا یہاں کوئی ایسا ہے، جو ان میں سے ایک بھی کام کر سکے۔'' لکڑ ہارے نے پُرعزم لہجے میں کہا۔

بادشاہ اور درباریوں نے نوجوان کو ایسے دیکھا، جیسے انھیں یقین ہو گیا ہو کہ یہ شخص پاگل ہے۔

بادشاہ نے لکڑ ہارے کو آزمانے کے لیے تیر کمان منگوائی۔ ایک کبوتر بھی لایا

گیا، پھر اس سے کہا گیا کہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر اُڑتے کبوتر کا نشانہ لے۔ اگر وہ ناکام رہا تو جلاد اس کی گردن اُڑا دے گا۔

لکڑ ہارے نے اِکھٹے تین تیر کمان میں جوڑے۔ ایک درباری نے اعتراض کرنے کے لیے منھ کھولا ہی تھا کہ بادشاہ کے اشارے پر اسے منھ بند کرنا پڑا۔ کبوتر اُڑایا گیا۔ پَروں کی پھڑ پھڑاہٹ سن کر لکڑ ہارے نے تیر چھوڑ دیے۔ ایک تیر خطا ہوا۔ ایک کبوتر کو ذبح کرتے ہوئے گزر گیا، جب کہ تیسرا تیر کبوتر کے جسم میں پیوست ہو کر رہ گیا۔

اب سب کو یقین آنے لگا کہ لکڑ ہارا جو کچھ کہہ رہا ہے، اس پر عمل کرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔

لکڑ ہارے کو بادشاہ کے حکم پر ایک کرسی پیش کی گئی۔ کچھ سوچ کر بادشاہ نے بات شروع کی: ''تم کچھ بھی کر سکتے ہو؟ بہت سوچ کر جواب دینا، اس لیے کہ ہم تمھارے ذمے ایک کام لگانا چاہتے ہیں۔ اگر تم نے وہ کام کر لیا تو شہزادی سے تمھاری شادی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔''

یہ کہہ کر بادشاہ نے اس کی طرف دیکھا۔ درباری بھی حیران تھے کہ ایسا کون سا کام ہے، جو اس لکڑ ہارے سے لیا جا سکتا ہے۔ لکڑ ہارے کو ہاں میں گردن ہلاتے دیکھ کر بادشاہ بولا: ''خود کو ایسا ہی بہادر اور عقل مند سمجھتے ہو تو ہمارے سب سے بڑے دشمن ہاشم کو زندہ یا مُردہ ہمارے پاس لے آؤ۔''

یہ کہہ کر بادشاہ نے درباریوں کی طرف داد طلب نظروں سے دیکھا۔ تمام درباری یہ سن کر 'مرحبا مرحبا' پکار اُٹھے۔ یہ ممکن تھا کہ بڑی بڑی باتیں کرنے والا لکڑ ہارا، ہاشم کو زیر کر لیتا اور بادشاہ کو اس مصیبت سے چھٹکارا مل جاتا۔ اگر وہ خود مارا جاتا تب بھی

بادشاہ کو کوئی فرق نہ پڑتا۔ وہ ویسے بھی اُسے اس مہم میں کام یابی کے بعد قتل کرنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا۔

ساری بات سن کر لکڑ ہارے نے کہا: ''بادشاہ سلامت! یہ ایک بہت ہی خطرناک مہم ہے۔ میں ہاشم کو جانتا ہوں۔ وہ بہت شاطر اور چال باز ہے، مگر میں اس سے نمٹ لوں گا۔ ایک ہفتے میں وہ آپ کے قدموں میں ہو گا، مگر اس کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک تو ان قیدیوں کو میرے حوالے کرنا ہو گا جو ہاشم کے ساتھی ہیں، تاکہ میں ہاشم تک پہنچنے کا طریقہ ان سے جان لوں۔ دوسرا مجھے پانچ لاکھ سونے کی اشرفیاں عطا کی جائیں۔''

اس کی یہ شرطیں سن کر ایک درباری بول اُٹھا: ''بادشاہ سلامت! مجھے تو یہ کوئی ٹھگ معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ اشرفیاں لے کر بھاگ نہیں جائے گا؟''

لکڑ ہارے نے ایک طنز بھری نگاہ اس درباری پر ڈالی اور کہا: ''حضور! میں نہ کہتا تھا کہ آپ کی رحم دلی اور شرافت کی وجہ سے دربار میں احمق اور بے وقوف لوگ اِکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس عقل کے اندھے کو کوئی سمجھائے میں یہاں شہزادی سے شادی کرنے آیا ہوں جو سلطانِ معظم کے بعد اس ملک کی وارث ہے۔ مجھے یہ چند لاکھ اشرفیاں کیا لالچ میں مبتلا کریں گی؟ اور کس ٹھگ میں ہمت ہے، جو یوں آپ سے گفتگو کر سکے؟ پھر بھی اگر کسی کو شک ہے تو وہ ہاشم کو گرفتار کرنے میرے ساتھ آ سکتا ہے۔'' ساتھ آنے والی بات سن کر سب کو سانپ سونگھ گیا۔

لکڑ ہارے کی تمام شرطیں منظور کر لی گئیں۔ لکڑ ہارا بادشاہ کی قید میں موجود ہاشم کے بھائی اور ساتھیوں کو محل کے قریب ایک مکان میں لے گیا۔ آدھی رات تک ان کی

چیخوں کی آوازیں آتی رہیں۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کی طرف سے فراہم کیے گئے پانچ بہترین سپاہیوں کو ساتھ لے کر ہاشم کو زندہ یا مُردہ گرفتار کرنے نکل کھڑا ہوا۔

چند دنوں بعد سب لوگ بادشاہ کی حماقت اور بے وقوفی پر ہنس رہے تھے اور ہاشم کی چالاکی اور ہوشیاری پر اَش اَش کر رہے تھے، جو لکڑ ہارا بن کر دربار میں آیا اور نہ صرف اپنے بھائی اور ساتھیوں کو چھڑا لے گیا، بلکہ پانچ لاکھ اشرفیاں بھی لے گیا۔ پانچوں سپاہی قیدیوں کے کپڑوں میں قید خانے میں پڑے تھے، جنھیں وقتی طور پر بے ہوش کر دیا گیا تھا۔

لوگوں کے دلوں سے بادشاہ کا خوف نکل گیا۔ وہ جُوق در جُوق ہاشم کی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے لگے اور آخر بادشاہ کو اپنا تخت چھوڑنا پڑا۔ ہاشم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور شہزادی کے ہاتھ اس شرط پر ملک کی باگ ڈور تھما دی کہ وہ ہمیشہ انصاف سے کام لے گی۔ شہزادی نے ہاشم کی نیک دلی اور ذہانت سے متاثر ہو کر اسے خود شادی کی پیشکش کی، جسے اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورے کے بعد قبول کر لیا۔ ☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۷ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۵ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

ندا فراز، خیبر پختونخوا	نور فاطمہ، کراچی
عبدالرؤف سمرا، خانیوال	محمد اجمل شاہین انصاری، چوہنگ سٹی
ثمینہ فیاض	عائشہ خالد، راولپنڈی
محمد معوذ الحسن، ڈیرہ اسماعیل خان	عبداللطیف چاچڑ، کشمور

میرے استاد

ندا فراز، خیبر پختونخوا

درمیانہ قد، سرخ وسفید رنگ، پُر نور چہرہ، جس پر کھلتی نرم مسکراہٹ، صاف ستھرا شلوار قمیص پہنے، کندھے پر سرخ چیک کا رومال ڈالے، یہ ہیں میرے استادِ محترم مولوی صاحب۔ ہم کبھی انھیں پیار سے مولانا بھی کہہ دیتے تھے۔

گرم دوپہر میں جب دوسرے بچے قرآن پڑھنے کا سوچ کر ہی بھاگتے ہیں، میں وضو کر کے، سر پر دوپٹا لیے، اپنے استاد مولوی صاحب کا انتظار کر رہی ہوتی۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا، جب وہ میرے لیے دو ٹافیاں اور تھوڑا سا خشک میوہ لے کر نہ آتے۔

جب میں قرآن پڑھتی تو انتہائی غور سے سنتے۔ اگر کہیں غلطی کرتی تو بڑے پیار سے تصحیح کرتے۔ سبق ختم ہو جاتا تو نئی نئی چیزیں بنانا سکھاتے۔

ایک دن طاق پر رکھے گلدان میں مصنوعی پھول دیکھے تو پوچھنے لگے: ''اس میں سے منی پلانٹ کی بیل کہاں گئی؟''

''مولوی صاحب! وہ جل گئی تھی، اس لیے امی نے مصنوعی پھول سجا دیے۔''

اگلے دن جب مولوی صاحب آئے تو

ہاتھ میں ایک تھیلی تھی، جس میں تھوڑا پانی اور منی پلانٹ کی لمبی سی بیل تھی۔ امی نے رسماً کہا: ''مولوی صاحب! یہ تکلیف کیوں کی؟''

حسب معمول نظریں جھکا کر جواب دیا: ''برگِ سبز تحفۂ درویش۔''

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس دن اتوار تھا۔ میں مولوی صاحب کا انتظار کر رہی تھی، لیکن وہ نہیں آئے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی۔ اسی شام کو خبر ملی کہ مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔

ہم ابو کے ساتھ ان کے گھر روانہ ہو گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ ایک کچے مکان میں رہتے ہوں گے، مگر جب گھر قریب آیا تو ہماری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ہمارے سامنے ہزار گز کا ایک خوب صورت بنگلہ تھا۔

گھر والے مولوی صاحب کو انتہائی صبر اور پیار سے یاد کر رہے تھے۔ ان کی بہن آبدیدہ ہو کر کہنے لگیں: ''ہمارا یہ بھائی بچپن سے ہی درویش صفت تھا۔ اس نے نہ صرف اچھے کالج سے گریجویشن کیا، بلکہ ساتھ میں قرآن پاک بھی حفظ کیا اور وہ اپنے شوق سے بچوں کو قرآن پڑھاتا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں بچوں کو اس طرح قرآن کی تعلیم دینا چاہتا ہوں کہ انھیں قرآن سے پیار ہو جائے۔

وہ خاتون نہ جانے کیا کیا بتا رہی تھیں، مگر میں اپنی آنکھوں میں آنسو لیے یہ سوچتی رہی کہ کیا پھر کبھی مجھے اتنا عظیم استاد ملے گا۔ اللہ تعالیٰ میرے استاد کو جنت نصیب فرمائے، آمین۔

نالائق بچے کی دعا

عبدالرؤف سمرا، خانیوال

اللہ! چھوٹی سی اک دعا ہے مری
کاش اسکول سے ہو چھٹی مری
سارا دن مجھ کو پڑھنا پڑتا ہے
گھر کا بھی کام کرنا پڑتا ہے

کام کرنے لگتا ہوں ، جان جاتی ہے
پڑھنے لگتا ہوں ، نیند آتی ہے
اب دعا سن لے اللہ تو میری
ختم بس آج سے ہیرا پھیری
جان اب تو چھڑا دے مولا مری
چھٹی اسکول سے کرادے مری

شیر اور بکری

ثمینہ فیاض

کسی جنگل میں ایک بکری اپنے تین بچوں کے ساتھ رہتی تھی۔ صبح ہی صبح بکری اپنے بچوں کو لکڑیوں اور جھاڑیوں سے بنے اپنے چھوٹے سے گھر کے باہر تازہ اور ہری بھری گھاس کھلاتی تھی۔ وہ دوڑ دوڑ کر خوب ورزش کرتے، پھر جب بکری کے بچے پانی پینے ندی کنارے چلے جاتے تو بکری اپنے بچوں کے لیے تازہ پھلوں کی تلاش میں نکل جاتی اور جنگل میں لگے تازہ پھل اور پھول اپنے بچوں کے لیے جمع کرتی۔

ایک دن جب بچے ندی کی طرف چلے گئے تو وہ بھی پھلوں کی تلاش میں گھر سے نکلنے لگی، تب ہی اچانک اس کی نظر جنگل کے بادشاہ شیر پر پڑی جو بکری کے گھر کے باہر بیٹھا تھا۔ اس بادشاہ سے سارا جنگل ہی پریشان تھا، کیوں کہ وہ کبھی بھی کسی کی مدد نہیں کرتا تھا۔ ہر ایک پر حکم چلاتا اور جنگل کے باقی کم زور جانوروں کو ڈراتا رہتا کہ اگر میرا یہ کام نہ کیا تو میں تمھیں کھا جاؤں گا۔ سارے جانور اس کے اس رویے سے بہت تنگ تھے، مگر خوف سے کانپتے اور کچھ نہ کر پاتے اور دل ہی دل میں اس سے نفرت کرتے تھے۔ اس شیر بادشاہ کا ایک بیٹا یعنی اس جنگل کا شہزادہ تھا جو مزاج کا بہت اچھا تھا۔ سارے جنگل کے جانوروں سے اس کی دوستی تھی۔ وہ ان کے ساتھ ہنستا اور کھیلتا تھا۔ وہ ان کے مسائل کو سنتا اور انھیں حل کرنے کی کوشش کرتا۔

بکری نے شیر بادشاہ کو دروازے پر بیٹھا دیکھا تو واپس گھر میں جا کر چھپ گئی۔ اب وہ سوچنے لگی کہ جب شیر یہاں سے چلا جائے گا، تب ہی وہ گھر سے نکلے گی۔ اسی انتظار میں کئی گھنٹے گزر گئے، یہاں تک کہ دن ڈھل گیا اور بچوں کے آنے کا وقت ہو گیا۔ اب بکری کو ڈر لگنے لگا کہ وہ کیسے بچوں کو خبر کرے کہ شیر راستے میں ہے اور انھیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس نے اپنی دوست چڑیا کے ذریعے سے بچوں کو یہ پیغام پہنچا کر بچوں کو گھر آنے سے روک دیا اور کہلا بھیجا کہ تم لوگ ابھی وہیں رکو جب تک میں خود تم لوگوں کو نہ بلاؤں نہ آنا۔ بچوں نے بھی اماں کی بات مان لی اور وہیں رک گئے۔

اِدھر صبح سے بیٹھے بیٹھے شیر کو بہت شدید بھوک لگنے لگی۔ اس نے زور سے دہاڑتے ہوئے بکری سے کہا کہ مجھے بھوک لگ رہی ہے، تم میرے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔ بکری نے مجبوراً اپنے گھر میں پلی چند مرغیاں مار کر شیر کے سامنے رکھ دیں۔ شیر نے خوب مزے سے مرغیاں کھائیں اور پیٹ بھرتے ہی وہ اپنے غار کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا صرف ایک ہی کام تھا وہ جانوروں کو ڈرا ڈرا کر اپنا پیٹ بھرتا اور غار میں جا کر سو جاتا۔ بکری فوراً اپنے بچوں کو لینے ندی کی طرف چلی گئی۔

اگلے دن صبح شیر پھر اس کے دروازے پر تھا اور بکری نے پھر اسی طرح کیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے۔ اب بکری کو پریشانی ہونے لگی کہ اب تو مرغیاں بھی ختم ہوتی جا رہی ہیں، اب وہ کیا کرے گی۔ پھر اچانک اسے ایک خیال آیا اور وہ مسکرانے لگی۔ اس نے شیر کے آنے سے پہلے ہی آج اس کے کھانے کی تیاری کر لی تھی۔ بہت اہتمام سے شیر کے سامنے کھانا رکھ کر

وہ وہاں سے چلی آئی۔ تھوڑی ہی دیر میں شیر نے خوب مزے لے لے کر کھانا کھالیا اور دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا کہ میں بھی کتنا عقل مند ہوں کہ کچھ کام کیے بغیر بیٹھے بیٹھے کھانے کو مل جاتا ہے۔ اب تو مجھے شکار بھی نہیں کرنا پڑتا۔ میرے تو عیش ہی عیش ہیں۔ وہ ابھی کھانا کھا کر بیٹھا ہی تھا کہ اسے اُلٹیاں ہونے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مر گیا۔

دراصل بکری نے آج ایک سانپ کو مار کر اس انداز سے ٹکڑے کر کے شیر کے سامنے رکھ دیا تھا کہ جسے شیر مرغی کا گوشت سمجھ کر کھا گیا تھا۔ اس طرح ایک کاہل اور بے وقوف شیر سے سارے جنگل کی جان چھوٹ گئی۔ جنگل والوں نے بی بکری کی سمجھ داری کی خوب تعریف کی اور سب نے خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سب بہت دیر تک ناچتے رہے اور خوب زور زور سے آوازیں نکالیں۔ اسی خوشی میں ایک جشن منایا گیا۔ پھر شیر بادشاہ کے بیٹے یعنی شہزادے کو جو بادشاہ کے برعکس زیادہ سمجھ دار اور نیک صفت تھا، بادشاہ بنا دیا گیا اور وہ بادشاہ بن کر انصاف سے حکومت کرنے لگا۔

موٹا بادشاہ

محمد معوذ الحسن، ڈیرہ اسماعیل خان

کسی ملک میں ایک بادشاہ جو عدل و انصاف میں بہت مشہور تھا، لیکن اسے ایک فکر تھی کہ وہ بہت موٹا ہے۔ وہ کھانے پینے، چلنے پھرنے، اُٹھنے بیٹھنے تک سے عاجز تھا۔

اس نے ملک کے نامور حکیم بلائے، تاکہ اس کے موٹاپے کا علاج کر سکیں، لیکن بے سود رہا۔ کوئی بڑے سے بڑا حکیم اور دانا بھی اسے اس بیماری سے نجات دلانے میں کام یاب نہ ہوا۔ بادشاہ کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی کہ اگر میں اسی طرح موٹا ہوتا رہا

تو ایک دن اُٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہو جاؤں گا۔ اسی طرح دن رات کٹتے رہے کسی دوا سے فرق نہ پڑا۔

ایک دن ایک نجومی آیا اور کہا: ''بادشاہ سلامت! میں آپ کا ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔''

بادشاہ نے قسمت کا حال سننے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ نجومی نے کہا: ''بادشاہ سلامت! جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔''

بادشاہ نے اجازت دی تو اس نے کہا: ''بادشاہ سلامت! آپ کی موت آنے میں صرف ۶۰ دن باقی ہیں۔''

بادشاہ علمِ نجوم کو مانتا تھا، پھر بھی یہ سن کر غم و غصے سے کانپنے لگا اور کہا: ''تم بکواس کرتے ہو کیا تم خدا ہو؟ بادشاہ نے اسے قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور کہا: ''دیکھتا ہوں میں ۶۰ دن زندہ رہتا ہوں یا نہیں۔''

نجومی کو تو بادشاہ نے قید میں ڈلوا دیا، مگر خود اسی غم میں گھلنے لگا کہ ۶۰ دنوں بعد وہ مر جائے گا۔ ہر گزرتا ہوا دن اس کے وزن کو گھٹا رہا تھا۔ ہر گزرتے دن پر بادشاہ اپنے آپ کو موت کے زیادہ قریب محسوس کرنے لگا۔ حتیٰ کہ بادشاہ کا کھانا پینا چھوٹ گیا۔

ساٹھواں دن گزارنے کے بعد بادشاہ نے نجومی کو بلایا اور کہا: ''اب بتاؤ تمھیں کیا سزا دوں کہ اب تو ساٹھواں دن بھی گزر گیا ہے۔''

نجومی نے کہا: ''بادشاہ سلامت! میں نجومی نہیں، بلکہ ایک حکیم ہوں۔ میرے پاس آپ کے موٹاپے کو ختم کرنے کے لیے اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔'' یہ سن کر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے کہا: ''یہ حکیم واقعی دانا ہے، جس نے مجھے ساٹھ دنوں میں ہی دُبلا کر دیا۔ وہ کام جو بڑے بڑے

حکیم نہ کر سکے، اس کی اتنی سی ترکیب نے کر دیا۔ حکیم نے بادشاہ سے کہا: ''انسان کو چاہیے کہ وہ کھانے کے لیے زندہ نہ رہے، بلکہ زندہ اور تندرست رہنے کے لیے کھائے، یعنی کم کھائے۔

محنت شرط ہے

نور فاطمہ، کراچی

''بس بہت ہو گیا۔ اب میں کبھی محنت نہیں کروں گا۔'' عبید نے اپنے گھر میں داخل ہو کر غصے سے رپورٹ کارڈ اور بستہ سوفے پر پھینکتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا عبید! تم اتنے غصے میں کیوں ہو؟'' عبید کی امی نے شفقت سے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

''غصہ نہ کروں تو کیا کروں، امتحان میں میرا گریڈ گرتا جا رہا ہے۔ پہلے میں ہمیشہ اے ون گریڈ لاتا تھا۔ اب اچانک سی گریڈ کیسے آ گیا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ بورڈ والے جان بوجھ کر مجھے نمبر کم دیتے ہیں۔'' عبید نے غصے سے منھ پھلا کر کہا۔

''بیٹے! ایسا نہیں کہتے۔ بدگمانی اچھی بات نہیں ہوتی جب تک تمھارا اے گریڈ آتا تھا تم کہتے تھے کہ میری وجہ سے ہے اور آج تمھارا سی گریڈ آیا ہے تو تم کہتے ہو کہ دوسروں کی وجہ سے ہے، ایسا کیوں؟'' عبید کی امی نے عبید کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اپنی امی کے یہ الفاظ سن کر عبید نے غور کیا، پھر فوراً ہی جواب دیا: ''امی! آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، مگر کیا آپ کو ایسا لگتا ہے کہ میں محنت نہیں کرتا، اس لیے میرے نمبر کم آ رہے ہیں؟''

''میں نے یہ کب کہا کہ تم محنت نہیں کرتے۔ میرا مطلب ہے کہ تمھیں کچھ زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ اگر تم دوبارہ اے ون گریڈ حاصل کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو اس کے لیے سخت محنت شرط ہے۔'' عبید کی

امی نے عبید کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے امی! اب میں اور زیادہ محنت کروں گا۔'' عبید نے مسکرا کر کہا۔

اس دفعہ عبید نے پہلے سے بھی زیادہ محنت کی اور آخر اے ون گریڈ حاصل کر ہی لیا۔ اب اسے اپنی امی کے یہ الفاظ یاد آرہے تھے: ''یاد رکھو سخت محنت شرط ہے۔''

سبزی

محمد اجمل شاہین انصاری، چوہنگ سٹی

آلو ، مٹر ، گوبھی ، گاجر
سبزی کا ہوں سوداگر
بھاؤ تاؤ کرلو باجی!
سبزی ہے یہ تازی تازی
صحت بخشے ہر اک دانہ
کھائے چھوٹا اور سیانا
گاجر جو بھی کھاتا ہے
صحت اچھی پاتا ہے
خون کی مقدار بڑھتی جائے
دیکھنے والوں کو وہ بھائے
گوبھی کی نہیں کوئی مثال
مزہ ہے اس کا باکمال
مٹر کا ہر اِک دانہ
بنائے مزے دار کھانا
آلو کا تو کہنا کیا
سبزیوں کا ہے بادشاہ
ہر اِک سبزی ، قدرت رب کی
صحت چُھپی ہے ان میں سب کی

زندگی بدل دی

عائشہ خالد، راولپنڈی

کسی گاؤں میں ایک زمیندار رہا کرتا تھا۔ وہ بہت رئیس تھا۔ جس قدر مال دار تھا اتنا ہی کنجوس بھی تھا۔ غریبوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتا۔ اس کی زمینوں پر کام کرنے والے اس سے بہت تنگ تھے۔

ایک دفعہ ایک مزدور کو زمین سے

سونے کا ایک صندوق ملا۔ وہ بہت حیران ہوا، پھر وہ زمیندار کے پاس گیا۔ پہلے تو زمیندار نے ملنے سے انکار کر دیا، پھر جب اسے معلوم ہوا کہ معاملہ سونے کا ہے تو اس نے فوراً مزدور کو بلوایا۔ مزدور نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ زمیندار اس کی ایمان داری سے بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے پوچھا: ''تم نے یہ صندوق خود کیوں نہ رکھ لیا؟''

مزدور نے جواب دیا: ''اول تو یہ میرا نہیں اور اگر میں اس کو رکھ بھی لیتا تو آخرت میں خدا کو کیا جواب دیتا۔''

اس مزدور کے یہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح زمیندار کے دماغ پر لگے۔ اسے اپنے کیے ہوئے سارے ظلم یاد آ گئے۔ اس نے مزدور کو انعام دینا چاہا۔ پہلے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا، مگر پھر زمیندار کے اصرار پر لے لیا۔

زمیندار نے اللہ کے حضور گڑگڑا کر توبہ کی اور آیندہ لوگوں کا حق مارنے سے توبہ کر لی اور اس طرح ایک مزدور کی دیانت داری نے زمیندار کی زندگی بدل دی۔

اخبار

عبداللطیف چاچڑ، کشمور

اخبار عربی زبان کے لفظ خبر کی جمع ہے۔ لغت میں خبر کے معنی اطلاع، آگاہی اور پیغام کے ہیں۔ اشاعت کے شعبے میں ''اخبار'' کا لفظ خبروں کے ایک ایسے مجموعے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو روزانہ شایع ہوتی ہوں۔

اخبار ہماری زندگی کا اہم حصہ ہوتا ہے۔ اخبارات کے مطالعے سے ہم نہ صرف اپنے ملک کے سیاسی سماجی اور معاشرتی حالات سے آگاہ رہتے ہیں، بلکہ ہم پوری دنیا کے مسائل اور ان کی ترقی

سے باخبر رہتے ہیں۔ اخبارات کے ذریعے ہم اپنے ملک اور دنیا کے دیگر ممالک میں ہونے والے حادثات، تعلیمی سرگرمیوں، ایجادات اور دریافتوں کے متعلق بھی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔

اخبار، جہاں دیگر شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے معلومات کا حامل ہے، وہاں طالب علموں کے لیے بھی نہایت اہم ہے۔ اخبارات اس وقت دنیا کی تقریباً سبھی زبانوں میں شایع ہورہے ہیں۔

اس لیے ہمیں اپنی مادری زبان میں شایع ہونے والے اخبار کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ ہمیں اس زبان پر عبور حاصل ہوتا جائے گا۔ ہم اس زبان کے نئے الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال سیکھتے جائیں گے۔

اخبارات میں ہر ہفتے بچوں کے لیے علاحدہ صفحے شایع ہوتے ہیں، ان میں دل چسپ اور سبق آموز کہانیاں، معلوماتی اور تفریحی مضامین، سبق آموز نظمیں اور دیگر مواد شایع ہوتا رہتا ہے، جو نونہالوں کے لیے بے حد کارآمد ہوتا ہے۔

اخبارات نوجوانوں کی ملازمت تلاش کرنے میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ جس آدمی یا ادارے کو ملازمین کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اس کی تفصیلات شایع کرادیتے ہیں۔ اس طرح ان کے مطلوبہ افراد بغیر تلاش کے خود ان کے پاس چلے آتے ہیں۔ اس طرح مالک اور ملازم دونوں کو آسانی ہوتی ہے۔

آپ بھی روزانہ اخبار کا مطالعہ ضرور کیا کریں۔ اگر مکمل اخبار پڑھنے کا وقت نہ ملے تو کم از کم اہم سرخیاں ضرور پڑھ لیا کریں۔

☆☆☆

پاکستان ہماری پہچان

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں محترم جسٹس محمد رفیق احمد تارڑ، جناب سید علی بخاری اور نونہال مقررین

آزادی کسی بھی قوم کا قابلِ فخر سرمایہ ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگوں نے لازوال قربانیاں دے کر ہمیں آزادی کی نعمت عطا کی، ہمیں آزاد وطن پاکستان دیا، پاکستان اللہ تعالیٰ کی طرف سے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک عطیے سے کم نہیں۔ اس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔ پاکستان ہماری پہچان ہے۔ یہ ملک ہمیں آسانی سے نہیں ملا۔ اس کے لیے مسلسل جدوجہد کی گئی تھی۔ اس کی آزادی میں ہمارے بزرگوں کا خون اور بے مثال قربانیاں شامل ہیں، جس کے نتیجے میں ہمیں یہ آزاد مملکت نصیب ہوئی۔ اب ہمارا کام ہے کہ اس نعمت کی قدر کریں جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اس پاک وطن کو اس طرح ترقی کی جانب لے جائیں، جس کا خواب حکیم الامت علامہ محمد اقبال، بابائے قوم قائداعظم محمد علی

جناح، شہیدِ ملت لیاقت علی خاں اور شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید نے دیکھا تھا۔

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں ''پاکستان ہماری پہچان'' کے موضوع پر ایک اجلاس ہوا۔ سابق صدر پاکستان نظریۂ پاکستان ٹرسٹ کے چیئر مین محترم جسٹس محمد رفیق احمد تارڑ خصوصی طور پر شریک تھے۔

مقررین میں مہرال قمر، ملائکہ صابر، نویرا بابر اور طیبہ رزاق شامل تھے۔ تلاوتِ کلام مجید قاریہ فاطمہ قاسم نے اور نعتِ رسولِ مقبول نونہال فجر بابر نے پیش کی۔ محترم جسٹس محمد رفیق احمد نے تحریکِ آزادی سے متعلق نونہالوں کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کے لیے ایک عنایت ہے، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس کا قیام لیلتہ القدر میں ہوا۔ اس ملک کی بنیاد لا الہ اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی، جس کے لیے لاکھوں لوگوں نے اپنا خون دیا، تب ایک ایسا ملک وجود میں آیا، جہاں مسلمان آزادی سے سانس لے سکتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا ملک ہر طرح کی معدنیات سے مالا مال ہے۔ جب تک ہمارے پاس علم تھا، ہم نے دنیا پر راج کیا اور جب ہم نے غور کرنا چھوڑ دیا تو آج ہم بہت سے ممالک سے پیچھے ہیں اور غیر ہمارے علم سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہ پاک وطن ہمارے لیے کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔ آپ سب کو اس کی حفاظت کرنی ہوگی۔ آج ہم اسلامی دنیا کی پہلی اور پوری دنیا میں ساتویں نمبر پر ایٹمی طاقت ہیں۔ ہمیں اپنی کردار سازی کرنا ہوگی۔ دوسروں پر تنقید کرنے کے بجائے اگر ہم اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس موقع پر نونہال حسنین بخاری نے کلامِ اقبال اور حذیفہ فاروقی نے ملی نغمہ سنایا۔ آخر میں دعاے سعید پڑھی گئی۔ ☆

تصویر خانہ
شاہینہ محمد روشن، کراچی
ربیعہ فہیم، حیدر آباد
رحیم شاہ، قیوم آباد
حذیفہ وسیم، سکھر
محمد حنظلہ، کوٹ مبارک
عبدالرافع، کوٹ ادو
محمد ارسلان چاچڑ، سکھر
عتیق الرحمٰن، کوٹ مبارک
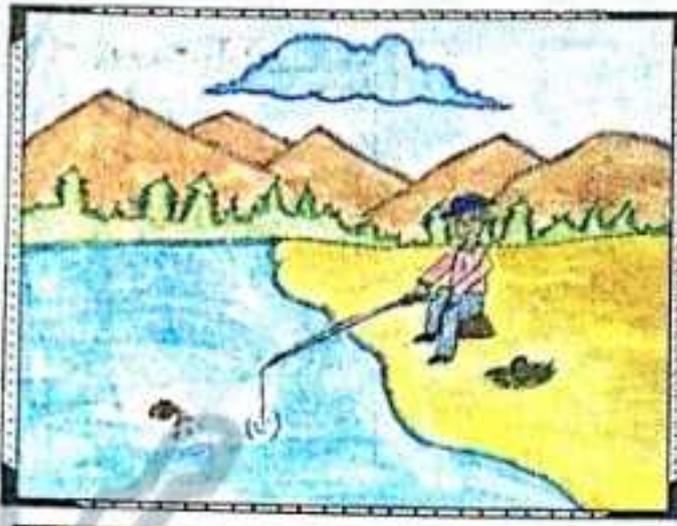
سمیعہ توقیر، کراچی
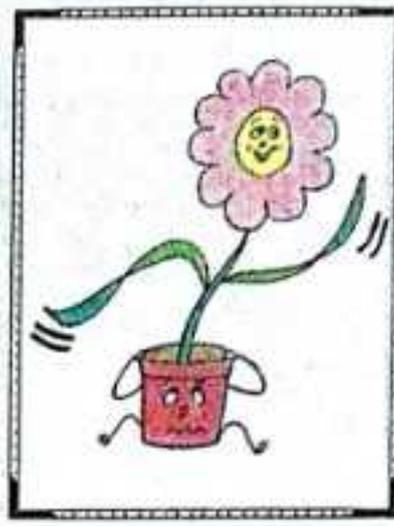
حفصہ اطہر، کراچی

عفیفہ وسیم، سکھر

طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور

سمیعہ، اسلام آباد
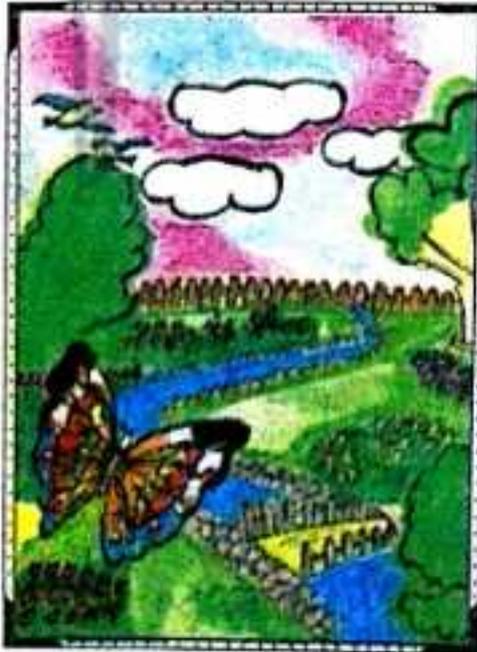
حسن حماد، کراچی

سیدہ اریشہ حماد، کراچی

خدیجہ، عمر مدثر، سیالکوٹ
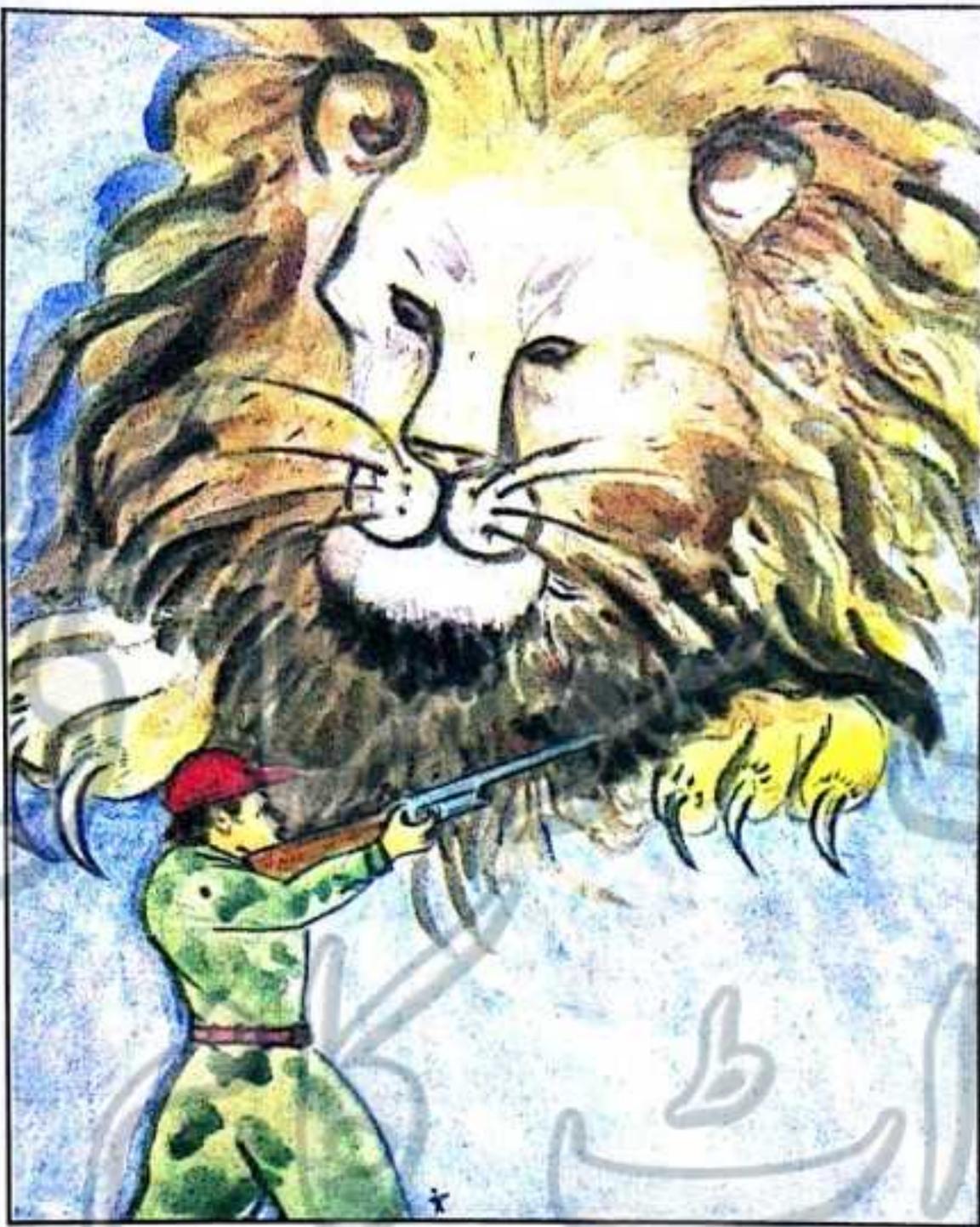
سمندر میں شیر کا شکار

جاوید اقبال

شیر کے شکار کا یہ واقعہ ایک بحری جہاز پر پیش آیا تھا۔

ایک دفعہ ہمارے شکاری دوستوں نے سوچا کہ اپنے ملک میں تو ہم نے جنگل جنگل گھوم لیا۔ بڑے خونخوار درندے مار لیے، لیکن افریقا کے جنگلوں کی بات ہی کچھ اور ہے۔ وہاں کے درندوں کی خونخواری دنیا بھر میں ضرب المثل ہے۔ کیوں نہ اس بار افریقا کے جنگلوں میں جا کر شکار کھیلا جائے۔

چناں چہ ہم تین دوستوں نے اپنا مختصر سامان باندھا اور ایک بحری جہاز میں سوار ہو گئے۔ یہ ہمارا پہلا سفر سمندری سفر تھا، اس لیے ہم اس سفر سے خوب لطف اندوز ہو رہے

تھے۔ ہم اکثر جہاز کے عرشے پر آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر لہروں کو مچلتا دیکھتے اور افریقا کے جنگلوں میں شکار کے خوب صورت تصورات میں کھوئے رہتے۔

وہ ہمارے سفر کا شاید تیسرا روز تھا۔ ہم تینوں دوست عرشے پر بیٹھے لہروں اور آبی پرندوں کو دیکھ رہے تھے کہ اچانک ہمیں شیر کی دہاڑ سنائی دی۔ ہم بُری طرح چونک اُٹھے: ''شیر کی دہاڑ اور سمندر کے بیچوں بیچ! کہیں ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے۔'' ہم نے سوچا، لیکن یہ خواب نہیں تھا۔ کچھ ہی دیر بعد جہاز کے مسافروں میں ہلچل مچ گئی۔ ہر کوئی خوف کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگتا نظر آیا۔ جہاز کا عملہ مسافروں کو پُرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دراصل جہاز کے مسافروں کے ساتھ ایک شیر بھی ہمارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ یہ شیر کسی دوسرے ملک کے چڑیا گھر کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ شیر کو سُلائے رکھنے کے لیے اسے نشے والا ٹیکا لگایا گیا تھا، تاکہ اس کی دہاڑوں سے جہاز کے مسافر خوف زدہ نہ ہو جائیں، مگر کسی طرح شیر پوری طرح ہوش میں آ گیا اور اپنا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آیا۔

جہاز کے عملے کے ایک فرد سے ہمیں یہ باتیں معلوم ہوئیں تو ہم اپنے ہتھیار لینے کیبن کی طرف بھاگے۔ ہتھیار لے کر ہم اس طرف بڑھے جدھر سے شیر کی دہاڑ سنائی دے رہی تھی۔ بدحواسی میں کئی مسافر ہم سے ٹکرا گئے، مگر ہم آگے بڑھنے لگے اور پھر ہمیں شیر نظر آ گیا۔ وہ غصے میں نظر آ رہا تھا۔ عملے کے لوگ ڈنڈے وغیرہ پکڑے اسے ایک کونے میں گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شیر نے چھلانگ لگائی اور عملے کے ایک شخص کو دبوچ لیا۔

ہمارا ایک ساتھی تیزی سے آگے بڑھا اور شیر پر گولی چلا دی۔ زوردار دھماکا ہوا، مگر اتنے قریب سے بھی نشانہ خطا ہو گیا۔ اتنا ضرور ہوا کہ شیر نے اس شخص کو چھوڑ دیا اور

ہمارے ساتھی پر حملہ کر دیا۔ اس دوران ہمیں دوسری گولی چلانے کا موقع ہی نہ ملا۔

دونوں جہاز کے فرش پر لوٹ پوٹ ہوتے چلے گئے۔ ایسے میں ہمارا گولی چلانا کسی طرح بھی خطرے سے خالی نہ تھا، کیوں کہ ہماری چلائی ہوئی گولی ہمارے ساتھی کو بھی لگ سکتی تھی۔ میں نے فوراً عملے کے ایک آدمی سے ڈنڈا لیا اور شیر کی پُشت پر زوردار وار کیا۔ شیر ایک دم پلٹا اور مجھ پر حملہ کرنے کے لیے اُچھلا، مگر میں پھرتی سے جھکائی دے کر اس کے نیچے سے نکل گیا۔ اسی وقت ہمارے ایک ساتھی کو گولی چلانے کا موقع مل گیا۔ گولی شیر کا بھیجا پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ شیر لڑکھڑا کر گرا اور تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔

یہ ہماری شکاری زندگی کا انوکھا اور یادگار واقعہ تھا۔ ☆

بوجھو تو جانیں

عبدالرؤف تاجور

اتوار کے دن صبح صبح دادا جان کے کمرے میں کسوٹی کے کھیل کی محفل جمی، جس میں عام طور پر کسی شخصیت کو چند سوالوں کی مدد سے پوچھا جاتا ہے۔ دادا جان تنہا ایک طرف تھے اور ان کے چار تیز و طرار بڑی جماعتوں میں پڑھنے والے پوتے دوسری طرف۔ سوالات بیس تھے، جن کے ذریعے انھیں دادا جان کی منتخب کردہ شخصیت تک پہنچنا تھا۔ شخصیت کا نام ایک پرچی پر لکھ کر ایک کتاب کے نیچے دبا دیا گیا تھا۔ شرط یہ رکھی گئی کہ اگر دادا جان ہار جاتے تو حلوا پوری کا خرچ انھیں برداشت کرنا پڑتا اور اگر ان کے پوتے اس شخصیت کا نام بتانے سے قاصر رہتے تو حلوا پوری منگوانے کی ذمے داری ان کی ہوتی۔ لیجیے، سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے تو آیئے دیکھتے ہیں:

''شخصیت مرد کی ہے؟''

''جی ہاں، مرد کی!''

''کوئی مسلمان شخصیت؟''

''الحمدللہ۔ ایک سو دس فی صد مسلمان!''

''زندہ؟''

''جی ہاں، زندہ بھی!''

''دادا جان! یہ کیا بات ہوئی۔ آدمی یا تو زندہ ہوتا ہے یا مردہ! اس ''بھی'' کا کیا مطلب ہوا؟ آپ ہمیں بہکا رہے ہیں!''

''بالکل نہیں۔ جس شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ خود زندہ قرار دے اور اسے رزق

پہنچائے، ہماری کیا مجال کہ اسے مُردہ قرار دیں۔''

''اوہو...... ہم سمجھ گئے۔ آپ کا اشارہ کسی شہید شخصیت کی طرف ہے! کیوں دادا جان؟''

''یہ آپ جانیں۔ ہم نے ایک حقیقت بیان کر دی ہے۔''

''کوئی ایشیائی شخصیت؟ تعلق برصغیر سے؟''

''جی ہاں!''

''پاکستان سے؟''

''جی، بالکل پاکستان سے!''

''کوئی قلم کار شخصیت؟''

''ہاں، قلم کار بھی!''

''کوئی صحافی؟''

''صحافی بھی، لیکن شہرت کی وجہ صحافت نہیں!''

''سیاسی لیڈر؟''

''نہیں!''

''کیا شخصیت عالمی شہرت یافتہ ہے؟''

''یقیناً! اس بارے میں دو رائے نہیں ہو سکتیں!''

''کیا وفات کو پچاس سال ہو گئے؟''

''جی نہیں!''

''بیس سال؟''

''جی ہاں، قریب قریب!''

''دادا جان، جیسا کہ آپ نے ہمارے تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ شخصیت زندہ نہیں، لیکن انھیں زندہ کہہ سکتے ہیں تو اب آپ یہ بتایئے کہ وہ جنگ میں شریک تھے یا بم بلاسٹ کا شکار ہوئے تھے یا ٹارگٹ کلنگ؟''

''ٹارگٹ کلنگ کا! پاکستانی قوم آج تک ان کی موت کا الم ناک واقعہ فراموش نہیں کر سکی!''

''کیا کبھی اعلا حکومتی عہدے پر فائز رہے؟''

''جی ہاں، کچھ عرصے تک!''

''کوئی قانون داں، وکیل بیرسٹر یا جج؟''

''جی نہیں!''

''کوئی سائنس داں؟''

''کہہ سکتے ہیں، لیکن عام معنوں میں نہیں!''

''کوئی عالمِ دین؟''

''نہیں۔''

یہاں تک پہنچنے کے بعد چاروں پوتے سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور کانا پھوسی کرنے لگے۔ سترہ سوالات پوچھ لینے کے بعد بھی وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے اور منتخب کردہ شخصیت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکے تھے۔

''دوستو! میری بات سنو۔'' ایک پوتا بولا: ''جب تک ہم شعبے کا تعین نہیں کریں گے، ہرگز کام یاب نہیں ہو سکتے۔''

''شعبے کا تعین ہی تو نہیں ہو رہا۔'' ایک اور پوتا مایوسی کے عالم میں بولا۔

''سوچو، غور کرو کہ کوئی معروف شعبہ چھوٹ تو نہیں گیا؟'' ٹیم لیڈر نے کہا: ''یا ہم نے از خود اسے نظر انداز تو نہیں کر دیا؟''

''بھائیو! اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال میں بھی پوچھ لوں؟'' ایک اور پوتے نے کہا: ''جہاں سترہ سوالات ضائع ہوئے، وہاں ایک اور سہی۔''

''ٹھیک ہے، پوچھ لو۔'' بقیہ تین پوتوں نے ایک ساتھ اجازت دے دی۔

''دادا جان! خوب سوچ کر بتائیے کہ اس شخصیت کا تعلق طبِ مشرق سے تو نہیں تھا؟''

یہ سوال نہیں بم کا دھما کا تھا، جس نے پوری محفل کو تلپٹ کر کے رکھ دیا۔

دادا جان کے چہرے پر مُردنی چھا گئی اور چاروں پوتے فاتحانہ انداز میں انھیں دیکھنے لگے۔

''ہپ ہپ ہرّ ے۔ حلوا پوری دادا جان کی طرف سے۔'' چاروں پوتے ایک ساتھ کورس میں چلائے۔

''دادا جان! بہتر ہوگا کہ آپ تین سو رپے اور گاڑی کی چابی جلدی سے عنایت فرما دیں، تاکہ میں گرما گرم حلوا پوری لے آؤں۔''

ٹیم لیڈر نے کہا: ''غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں رہ گئی کہ آج کی کسوٹی کے لیے آپ نے کس عظیم ہستی اور ہر دل عزیز شخصیت کا نام منتخب کیا ہے۔'' اور حکیم صاحب کا نام بتاتے ہوئے اس نے کتاب کے نیچے دبی ہوئی پرچی کھینچ لی۔ جس پر دادا جان نے بڑے خوش خط حروف میں لکھا تھا: ''شہید حکیم محمد سعید۔''

دادا جان نے تین سو رپے اور گاڑی کی چابی ٹیم لیڈر کی طرف بڑھا دی۔ ☆

ہنسی گھر

😊 ایک آدمی بہت بڑا کنجوس تھا۔ وہ جب اپنے بچوں کو روٹی دیتا تو گھی کے بند ڈبے پر رگڑ کر دیتا۔

ایک دفعہ وہ شہر سے باہر گیا تو گھی کا ڈبا الماری میں بند کر گیا۔ واپس آیا تو بچوں سے پوچھا: ''تم نے روٹی کیسے کھائی؟''

بچوں نے کہا: ''الماری پر رگڑ کر۔''

آدمی غصے سے بولا: ''ارے نالائقو! کبھی تو بغیر گھی کے بھی کھالیا کرو۔''

مرسلہ : محمد حیان، پشاور

😊 مالک (نوکر سے): ''میں ذرا کام سے باہر جا رہا ہوں، تم ہوشیاری سے کام لینا اور ہاں! اگر کوئی گاہک آئے تو اس سے ادب سے پیش آنا۔''

تھوڑی دیر بعد مالک واپس آیا تو نوکر سے پوچھا: ''کوئی آیا نہیں؟''

نوکر: ''جی ایک شخص آیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ دونوں ہاتھ اوپر اُٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے نہایت ادب سے اس کا حکم مانا اور وہ تجوری اُٹھا کر چلا گیا۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

😊 ایک نواب صاحب کو موت سے بہت ڈر لگتا تھا۔ انھوں نے اپنے نوکروں پر موت کا لفظ استعمال کرنے پر پابندی لگا دی اور حکم دیا کہ کوئی مر جائے تو کہو کہ فلاں صاحب پیدا ہو گئے ہیں۔

ایک مرتبہ نواب صاحب جنگل میں شکار کر رہے تھے کہ نوکر دوڑتا ہوا آیا اور بولا: ''حضور! حضور! غضب ہو گیا، جلدی حویلی چلیے، آپ کے دادا پیدا ہو گئے۔''

مرسلہ : عرشیہ نوید، کراچی

😊 ماں نے اپنے بیٹے کو جھنجوڑتے ہوئے کہا: ''اسکول کا وقت ہو گیا ہے، اُٹھو تمھیں اسکول جانا ہے۔''

''امی! میں اسکول نہیں جاؤں گا۔ مجھے اسکول سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔

بچے مجھے پسند نہیں کرتے، استاد مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مجھے اسکول کا سارا اسٹاف ناپسند کرتا ہے۔''

ماں: ''پھر بھی تمھیں اسکول ضرور جانا چاہیے۔ اب تم بچے نہیں ہو، اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہو۔''

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

😊 ایک بچے نے اپنے ابو سے کہا: ''ابو! ایک کالی بلی کھانے کے کمرے میں چلی گئی۔''

باپ نے کہا: ''بلی کالی ہو یا سفید، اس سے ڈرنا نہیں چاہیے۔''

بچے نے کہا: ''میں ڈر کر نہیں آیا، بلکہ یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کا کھانا وہ بلی کھا گئی ہے۔''

مرسلہ : عرشیہ بنتِ حبیب الرحمٰن، کراچی

😊 گھنے جنگل میں ایک نواب صاحب شکار کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے ملازم سے کہا: ''اس جانور کا نام کیا ہے جو جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا اور جس پر میں نے گولی چلائی تھی؟''

ملازم نے جھاڑیوں میں جا کر شکار کو دیکھنے کے بعد بتایا: ''مالک! اس نے اپنا نام فضلو بتایا ہے۔''

مرسلہ : فرازیہ اقبال، عزیز آباد

😊 افریقا کے جنگلوں میں ایک سیّاح کو آدم خور قبیلے نے پکڑ لیا۔ سیّاح کو کھانے سے پہلے وہ اس کے گرد وحشیانہ رقص کرنے لگے۔ سیاح کو ان سے بچنے کی ایک تدبیر سوجھی۔ اس نے چیخ کر اعلان کیا: ''میں جادو سے آگ روشن کر دیتا ہوں۔''

اس نے جیب سے لائٹر نکالا اور اچانک جلا دیا۔ تمام آدم خور رقص کرتے کرتے رک گئے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

''دیکھا میرا جادو۔'' سیّاح چلایا۔

''یہ تو واقعی جادو ہے۔'' ایک آدم خور بولا: ''زندگی میں پہلی مرتبہ ہم نے لائٹر پہلی ہی کوشش پر جلتے دیکھا ہے۔''

مرسلہ : محمد منیر نواز، ناظم آباد

😊 ایک پاگل نے اپنے ساتھی سے کہا: ''اگر تم یہ بتاؤ کہ میری جھولی میں کیا ہے تو

یہ انڈے تمھارے۔ اگر یہ بتاؤ کہ کتنے انڈے ہیں تو بارہ کے بارہ تمھارے اور اگر یہ بھی بتادو کہ کس پرندے کے ہیں تو وہ مرغی بھی تمھاری ہو جائے گی۔''

دوسرا پاگل بولا: ''کوئی آسان سا اشارہ تو دے دو۔''

مرسلہ : شیخ حسن جاوید، کراچی

☺ استانی نے ایک بچی سے گھر کے کام کی کاپی لی اور اسے دیکھنا شروع کیا۔ اس میں بہت زیادہ غلطیاں تھیں۔ ہنس کر کہنے لگیں: ''اکیلی تم نے اتنی ساری غلطیاں کیسے کرلیں؟''

بچی نے معصومیت سے جواب دیا: ''مس! بھائی جان نے بھی میری مدد کی تھی۔''

مرسلہ : مجاہد الرحمٰن، کراچی

☺ ڈاکٹر نے نیا کلینک کھولا۔ کچھ دیر بعد ایک آدمی اندر داخل ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے فون کان سے لگایا اور باتیں کرنے لگے، فارغ ہونے کے بعد آدمی سے بولے: ''جی! کیا کام ہے؟''

آدمی: ''میں ٹیلے فون کے محکمے سے آیا ہوں، آپ کا فون ٹھیک کرنے کے لیے۔''

مرسلہ : محمد عبداللہ ظفر، حاصل پور

☺ ایک دوست دوسرے سے: ''بحری جہاز کے سفر کے دوران تین آدمی سمندر میں گر پڑے، مگر ان میں سے صرف ایک کے بال گیلے ہوئے۔''

دوسرے دوست نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا: ''یہ کیسے ممکن ہے؟''

پہلا دوست: ''اس لیے کہ باقی دو گنجے تھے۔''

مرسلہ : طارق محمود کھوسو، کشمور

☺ استاد (شاگرد سے): ''سورج پر ایک جملہ بناؤ۔''

شاگرد: ''رات بڑی چاندنی تھی۔''

استاد: ''اس میں سورج کا ذکر کہاں ہے؟''

شاگرد: ''جناب! سورج غروب ہو چکا ہے۔''

مرسلہ : محمد شیراز انصاری، کراچی

معلومات افزا

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ صحیح جوابات دے کر انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا اردو میں بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ قومِ عاد پر عذابِ الٰہی حضرت .... کے زمانے میں نازل ہوا تھا۔ (لوطؑ ۔ صالحؑ ۔ ہودؑ)

۲۔ ''بیت المال'' کا محکمہ .... کے زمانے میں باقاعدہ طور پر وجود میں آیا۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ ۔ حضرت عمر فاروقؓ ۔ حضرت عثمان غنیؓ)

۳۔ تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل مسیح پہاڑ کو تراش کر بنایا جانے والا مجسمہ ''ابو الہول'' .... میں ہے۔ (عراق ۔ یونان ۔ مصر)

۴۔ ''تان سین'' مغل بادشاہ اکبر کے زمانے کا مشہور .... تھا۔ (پہلوان ۔ موسیقار ۔ مورخ)

۵۔ سابق امریکی صدر .... صدر بننے سے پہلے فلموں میں اداکاری کرتے تھے۔ (ریگن ۔ نکسن ۔ جانسن)

۶۔ کراچی میں ''سندھ مدرسۃ الاسلام'' یکم ستمبر .... کو قائم کیا گیا تھا۔ (۱۸۵۷ء ۔ ۱۸۸۵ء ۔ ۱۸۹۲ء)

۷۔ پاکستان میں سال کا سب سے بڑا دن .... دسمبر کو ہوتا ہے۔ (۲۲ ۔ ۲۵ ۔ ۳۱)

۸۔ مولانا ظفر علی ۱۹۰۹ء میں مشہور اخبار .... کے ایڈیٹر بنے تھے۔ یہ اخبار ان کے والد سراج الدین خاں نے جاری کیا تھا۔ (شاہکار ۔ صنعتکار ۔ زمیندار)

۹۔ کیمسٹری کا لفظ .... زبان کے لفظ کیمیا سے لیا گیا ہے۔ (عربی ۔ فارسی ۔ سنسکرت)

۱۰۔ غلام حسین ہدایت اللہ صوبہ .... کے پہلے گورنر تھے۔ (پنجاب ۔ بلوچستان ۔ سندھ)

۱۱۔ ''جاوہ'' .... کا ایک اہم جزیرہ ہے۔ (سری لنکا ۔ ملائشیا ۔ انڈونیشیا)

۱۲۔ کتاب ''یادوں کی برات'' مشہور شاعر .... کی تصنیف ہے۔ (رئیس امروہوی ۔ جوش ملیح آبادی ۔ قتیل شفائی)

۱۳۔ افریقی ملک روانڈا کی کرنسی .... کہلاتی ہے۔ (فرانک ۔ ریال ۔ ڈالر)

۱۴۔ ''ISLAND'' انگریزی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (برفانی سمندر ۔ جزیرے ۔ خلیج)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ: ''آگ لگائے .... دیکھے۔'' (محلّہ ۔ تماشا ۔ ہجوم)

۱۶۔ داغ دہلوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

ہزار کام مزے کے ہیں داغؔ الفت میں
جو لوگ کچھ نہیں کرتے .... کرتے ہیں (آرام ۔ باتیں ۔ کمال)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۳۸ (اکتوبر ۲۰۱۵ء)

نام :

پتا :

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اکتوبر ۲۰۱۵ء)

عنوان :

نام :

پتا :

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اکتوبر ۲۰۱۵ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکائیے۔

دنیا کے مشہور و مقبول ادیبوں پر مختصر معلوماتی کتابیں

حسن ذکی کاظمی کے قلم سے

ولیم شیکسپیئر انگریزی ادب کے عظیم ڈراما نگار شیکسپیئر کے حالاتِ زندگی، جس کے ڈرامے ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں۔ شیکسپیئر کی زندگی بھی بہت سبق آموز ہے، پڑھیں تو پڑھتے چلے جائیں۔

شیکسپیئر کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۲۵ روپے

سیموئل ٹیلر کولرج انگریزی کے اس عظیم شاعر نے محنت، شوق اور صلاحیتوں سے خود علم سیکھا اور شعر و ادب کی دنیا میں اپنا اہم مقام بنایا۔ اس کتاب میں اس کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات شامل ہیں۔

کولرج کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

ولیم ورڈز ورتھ ورڈز ورتھ نے انگریزی شاعری کو ایک نیا رخ دیا۔ سانیٹ بھی لکھے اور مضامین بھی۔ اس کتاب میں اس کی زندگی کے حالات اور کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔

ولیم ورڈز ورتھ کی تصویر کے ساتھ خوب صورت ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۳۵ روپے

برونٹے سسٹرز تین برونٹے بہنوں نے اپنی شاعری اور ناولوں کے ذریعے سے عورتوں کے حقوق اور آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ یہ ایک دل چسپ، معلوماتی کہانی اس کتاب میں پڑھیے۔

برونٹے بہنوں کی خوب صورت تصویر کے ساتھ رنگین ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

چارلس ڈکنز عظیم ناول نگار جسے کتابیں پڑھنے کے شوق نے دنیا کے نامور ادیب کا اعلا مقام عطا کیا۔

ٹائٹل پر ڈکنز کی خوب صورت تصویر صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

ٹامس ہارڈی انگریزی کا پہلا ناول نگار جس نے گاؤں کی روزمرہ زندگی کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔

ہارڈی کی تصویر سے سجا ٹائٹل صفحات : ۲۴ قیمت : ۴۵ روپے

همدرد فاؤنڈیشن پاکستان، همدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

جوابات معلومات افزا - ۲۳۶

سوالات اگست ۲۰۱۵ء میں شایع ہوئے تھے

اگست ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا-۲۳۶ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۲ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے ان سب نونہالوں کے درمیان قرعہ اندازی کر کے پندرہ نونہالوں کے نام نکالے گئے ہیں۔ انعام یافتہ نونہالوں کو ایک کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ اُم المومنین حضرت حفصہؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی تھیں۔

۲۔ دنیا کی سب سے بڑی عبادت گاہ خانہ کعبہ ہے۔

۳۔ اردو کے معروف شاعر میرا جی نے ۳ نومبر ۱۹۴۹ء کو وفات پائی۔

۴۔ دریائے نیل دنیا کا سب سے لمبا دریا ہے۔

۵۔ زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے، جب کہ زحل کا ایک سال تقریباً ۱۰۸۰۰ دن کے برابر ہوتا ہے۔

۶۔ مشہور شاعر مرزا غالب ہندستان کے شہر آگرہ (اکبر آباد) میں پیدا ہوئے۔

۷۔ وینزویلا، جنوبی امریکا کا ایک ملک ہے۔

۸۔ ''سید محمد ارتضیٰ'' مشہور ادیب ملا واحدی کا اصل نام ہے۔

۹۔ اسلامی اکثریت والا واحد یورپی ملک البانیہ ہے۔

۱۰۔ ملک غلام محمد پاکستان کے پہلے وزیر خزانہ تھے۔

۱۱۔ اسلامی ملک شمالی یمن کا سکہ ریال کہلاتا ہے۔

۱۲۔ ''ہوانا'' کیوبا کا دار الحکومت ہے۔

۱۳۔ ''بارد'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے سرد، ٹھنڈا، جما ہوا، خنک۔

۱۴۔ مشہور ناول ''آنگن'' کی مصنفہ ممتاز افسانہ نگار خدیجہ مستور تھیں۔

۱۵۔ اردو زبان کی ایک کہاوت ہے: ''گھر کی مرغی دال برابر۔''

۱۶۔ مشہور شاعر چکبست کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

اس کو نا قدریِ عالم کا صلہ کہتے ہیں　　　مر چکے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے بیس خوش قسمت نونہال

☆ کراچی: محسن محمد اشرف، طاہر مقصود، صالحہ کریم، ناعمہ تحریم، محمد آصف انصاری

☆ حیدرآباد: ماہ رخ، ارسلان اللہ خان ☆ سکھر: عائشہ تزین ☆ لاہور: امتیاز علی ناز،

حافظہ انشراح خالد بٹ ☆ راولپنڈی: منیب ضیا ☆ ملتان: احمد عبداللہ

☆ پشاور: محمد حمدان ☆ اسلام آباد: خرد فاروق ☆ میر پور خاص: بلال احمد۔

۱۶ درست جوابات دینے والے نونہال

☆ کراچی: طلحہ سلطان شمشیر علی، کامران گل آفریدی، محمد معین الدین غوری، احمد حسین، احسن محمد اشرف، محمد اختر حیات خان، شاہ محمد ازہر عالم، محمد عبداللہ قادری، سید عالی وقار، سید محمد انس، زوبیہ سعید ☆ حیدرآباد: عمار بن حزب اللہ بلوچ، محمد عاشر راحیل ☆ سکھر: عمارہ ثاقب، ☆ پسنی: سیمی بخی، شیراز شریف، تحسیم واحد ☆ لاہور: صفی الرحمٰن، مطیع الرحمٰن، عزیر سہیل ☆ لاڑکانہ: معتبر خان ابڑو، صنم حضور ابڑو ☆ بدین: ماہ نور شیخ، عبداللہ فاروق شیخ ☆ راولپنڈی: رومیسہ زینب چوہان ☆ فیصل آباد: محمد عبداللہ ضیا ☆ سانگھڑ: محمد ثاقب منصوری ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل ☆ بے نظیر آباد: فروا سعید خانزادہ ☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ: سعدیہ کوثر مغل ☆ ٹنڈو جام: والیزا جاوید ☆ گوجرانوالہ: احمد خالد۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ کراچی: زین علی، احتشام شاہ فیصل، بلال خان، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، مسکان فاطمہ، فہد فدا حسین، رضی اللہ خان، عالیہ ذوالفقار، زین العابدین، علیزیہ سہیل، محمد مصعب علی، محمد حماد بٹ، علینا اختر، عائشہ منہل ☆ راولپنڈی: محمد شہیر، علی حسن، محمد شہیر یاسر، محمد ارسلان

ساجد، رضوان گلزار ☆ لاہور: امامہ یاسر، عائشہ صدیقہ، سلمان عرفان ☆ **میر پور خاص:** عاقب اسماعیل، فریحہ فاطمہ ☆ **حیدر آباد:** شیخ عفان ☆ **فیصل آباد:** محمد اداب کمبوہ ☆ **شکار پور:** عائشہ مقبول شیخ ☆ **پشاور:** سعید احمد ضیغم ☆ **کوٹلی:** زرفشاں بابر۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** عائشہ اسد عبداللہ، بشریٰ عبدالواسع، کومل فاطمہ اللہ بخش، عمیر رفیق، سید ولید حسن، سعد نیاز، حسن رضا، محمد انس عبدالستار، آمنہ عمران، امامہ عالم ☆ **میر پور خاص:** زونش منیر ☆ **ملتان:** حنظلہ رضوان ☆ **لاہور:** عبدالجبار رومی انصاری ☆ **جامشورو:** معصب سعید ☆ **بہاول نگر:** طوبیٰ جاوید انصاری ☆ **اسلام آباد:** آمنہ غفار ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** آصف علی کھوسہ۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** سمیعہ توقیر، طہورا عدنان، احمد رضا، صدف آسیہ، محمد فاخر الدین علی، ایمان خان ☆ **گجرات:** آمنہ بتول ☆ **سکھر:** شمائلہ چاچڑ ☆ **میر پور ماتھیلو:** آصف بوزدار۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ **کراچی:** سید اویس عظیم علی، عرشیہ نوید حسنات، زارا ندیم ☆ **نواب شاہ:** اُمِ حبیبہ محمد ایوب، مریم عبدالسلام شیخ ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** عمیر مجید ☆ **اوتھل:** حدیقہ ناز ☆ **حیدر آباد:** محمد اقبال ☆ **اٹک:** شہر بانو محمود ☆ **گوادر:** معصومہ اقبال۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ **کراچی:** صفی اللہ، جلال الدین اسد، مریم سہیل، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، حافظ محمد عبداللہ ☆ جاوید اقبال ☆ **حیدر آباد:** محمد ابرار الدین۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال اگست ۲۰۱۵ء میں جناب انور فرہاد کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کر کے تین اچھے عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو مختلف جگہوں سے نونہالوں نے بھیجے ہیں۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

۱۔ ننھا غازی : امتیاز علی ناز، لاہور

۲۔ ہمبولا زندہ باد : مہوش حسین، کراچی

۳۔ صحیح فیصلہ : محمد حیان، پشاور

﴿ چند اور اچھے اچھے عنوانات ﴾

وطن کا سپاہی۔ روپ بہروپ۔ سچا محافظ۔ دوسرا روپ۔ سچا پاکستانی۔ معصوم شہید۔ سفیرِ سلامتی۔ معصوم دہشت گرد۔ سیدھی راہ۔ امن کی جانب

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

☆ کراچی: صفی اللہ، جلال الدین اسد، طاہر مقصود، علی حسن خان، فضل ودود خان، معین الدین غوری، کامران گل آفریدی، محسن محمد اشرف، احسن محمد اشرف، محمد عثمان خان، احمد حسن، فضل قیوم خان، احمد رضا، محمد اختر حیات خان، بلال خان، احتشام شاہ فیصل، طلحہٰ سلطان شمشیر علی، سندس آسیہ، امامہ عالم، علینا اختر، عرشیہ نوید حسنات، محمد شایان اسمر خان، شفیق علی، انعم صابر، شاہ بشریٰ عالم، مریم سہیل، رمیشہ زینب عمران حسین، ربیعہ علی، محمد

اویس عظیم علی، عبدالسمیع محمد ایوب، حافظ احمد عبداللہ جاوید اقبال، سارہ عبدالواسع، کنزالایمان، زین علی، عمیر رفیق، ایم اختر اعوان، رضی اللہ خان، سید ولید حسن، اویس خان، طوبیٰ انور، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، عافیہ ذوالفقار، حسن رضا، تحریم علوی، سمیعہ اقبال، علیزہ سہیل، افرح صدیقی، مریم علی، افلحہ کشف، احتشام الحق عباسی، نمرہ نوشاد کاملین، محمد حماد بٹ، آمنہ عمران، عبدالودود، یوسف کریم، سہیل احمد بابوزئی، راحم فرخ خان، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، رشنا جمال الدین، مسکان فاطمہ، محمد عمران، فہد فدا حسین، محمد صدیق قادری، زارا ندیم، سیدہ عبیبہ شاہد، نورالوریٰ، طہورا عدنان، عائشہ اسداللہ، کومل فاطمہ اللہ بخش، ایمان خان، شازیہ انصاری، مہر سلیم، محمد سفیان عباسی، مصامص شمشاد غوری ☆ **لاہور:** عطیہ خلیل، ماہین صباحت، حمزہ سہیل، انشرح خالد بٹ، اُم ہانی، عبدالجبار رومی انصاری، ہما علی حماد، وہاج عرفان ☆ **فیصل آباد:** بریرہ فاطمہ، اصغیٰ کمبوہ ☆ **حیدرآباد:** ارسلان اللہ خان، حشام الدین، مریم کاشف، مرزا ہادی بیگ، شیخ عفان، بی بی سمیرہ بتول اللہ بخش، عبدالباسط محمد اکرم شاہ، شیرونیہ ثنا ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل، عمیر مجید ☆ **لاڑکانہ:** معتبر خان ابڑو، صنم حضور ابڑو ☆ **ملتان:** ایمن فاطمہ، محمد سلمان عابد، محمد ارحم عمران ☆ **اٹک:** شہر بانو محمود، سیدہ ماہین کاظمی ☆ **جھنگ:** شہیر احمد، بلال یوسف ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ، ارم بلوچ محمد رفیق، ثوبیہ رانی محمد رمضان مغل ☆ **میرپورخاص:** جویریہ اسماعیل، وقار احمد، سید میثم عباس شاہ، فریحہ فاطمہ، اقصیٰ منیر ☆ **سکھر:** انیقہ نور، محمد عفان بن سلمان، عائشہ تزین، طلحہٰ احمد صدیقی، شمائلہ چاچڑ، غزالہ بشریٰ محمد محمود شیخ ☆ **اسلام آباد:** دانیال احمد، خرد فاروق، عنیزہ ہارون، آمنہ غفار ☆ **فیصل آباد:** صوفیہ شاہد، حسن رضا مختار

☆ بدین: ماہ نور شیخ، عبداللہ فاروق شیخ ☆ پسنی: شیراز شریف، تحسیم واحد، سسی بخی ☆ راولپنڈی: محمد شہیر یاسر، عظیم بن عاصم، رضوان گلزار، شرجیل ضیا، علی حسن، محمد شہیر، رومیسہ زینب چوہان ☆ نواب شاہ: فائزہ ایوب ☆ سانگھڑ: علیزہ ناز منصوری ☆ بہاول پور: محمد شکیب مسرت ☆ ملتان: منیب الرحمٰن ☆ تلہ گنگ: صبا معراج ☆ بے نظیر آباد: فروا سعید خانزادہ ☆ ننکانہ صاحب: ملائکہ نورین قادری ☆ گجرات: منزہ بتول ☆ کوٹلی: محمد جواد چغتائی ☆ شیخو پورہ: محمد احسان الحسن ☆ میر پور ماتھیلو: آصف بوزدار ☆ اوتھل: ثروت جہاں ☆ کھاریاں: الفت شمسہ ☆ ڈگری: محمد طلحہ مغل ☆ ڈیرہ اللہ یار: محمد زبیر کھوسہ ☆ بیلا: محمد الیاس چنا ☆ وہاڑی: مومنہ خالد ☆ جامشورو: مصعب سعید ☆ گوجرانوالہ: احمد خالد ☆ شکار پور: صبا عبدالستار شیخ ☆ بہاول نگر: طوبیٰ جاوید انصاری ☆ کوہاٹ: سیدہ صبا رحمان بخاری ☆ کوئٹہ: مریم ساجد ☆ کہوٹہ: وجیہہ بادل ☆ گوادر: معصومہ اقبال۔

☆

بعض نونہال پوچھتے ہیں کہ رسالہ ہمدرد نونہال ڈاک سے منگوانے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سالانہ قیمت ۳۸۰ روپے (رجسٹری سے ۵۰۰ روپے) منی آرڈر یا چیک سے بھیج کر اپنا نام پتا لکھ دیں اور یہ بھی لکھ دیں کہ کس مہینے سے رسالہ جاری کرانا چاہتے ہیں، لیکن چوں کہ رسالہ کبھی کبھی ڈاک سے کھو بھی جاتا ہے، اس لیے رسالہ حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اخبار والے سے کہہ دیں کہ وہ ہر مہینے ہمدرد نونہال آپ کے گھر پہنچا دیا کرے ورنہ اسٹالوں اور دکانوں پر بھی ہمدرد نونہال ملتا ہے۔ وہاں سے ہر مہینے خرید لیا جائے۔ اس طرح پیسے بھی اکھٹے خرچ نہیں ہوں گے اور رسالہ بھی جلد مل جائے گا۔

ہمدرد فاؤنڈیشن، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ اگست ۲۰۱۵ء کے بارے میں ہیں

❁ کہانیاں تو سب ہی اچھی تھیں، لیکن جو مقام آخری ریس (منتظر علی) کا تھا وہ اور کسی کا نہیں تھا۔ دوسرے نمبر پر احمق مددگار (کرسٹینا سلویا) تھی۔ جسے پڑھ کر بچپن یاد آ گیا۔ ہمارا بچپن بھی ایسے ہی گزرا تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی (انور فرہاد) بھی بہتر تھی۔ اس کے علاوہ نیکی کا اثر (روبنسن سیموئیل گل)، آزاد پاکستان (مسعود احمد برکاتی) دس منٹ (شازیہ فرحین) اچھی تھیں۔ محمد الیاس چنا، بیلا۔

❁ سرورق بہت اچھا اور زبردست تھا۔ کہانیاں بھی بہت اچھی لگیں۔ کہانیوں میں دس منٹ (شازیہ فرحین) نمبر ون کہانی تھی۔ مضامین میں اپنے دوست سے ملیے (نسرین شاہین) پڑھ کر آپ کے بارے میں معلومات میں اضافہ ہوا۔ حافظ عابد علی، راولپنڈی۔

❁ اگست کا شمارہ لاجواب تھا، ٹائٹل پر موجود ایک پیاری سی بچی نے چار چاند لگا دیے۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی (انور فرہاد)، آخری ریس (منتظر علی)، دس منٹ (شازیہ فرحین)، احمق مددگار (کرسٹینا سلویا)، قلعی کھل گئی (عشرت رحمانی)، گم شدہ شیروانی (انور آس محمد) بہت لاجواب تھیں۔ نظمیں بھی کمال کی تھیں۔ ہنسی گھر کے لطیفے بھی پسند آئے۔ ''اپنے دوست سے ملیے'' اچھا مضمون تھا۔ سلمان یوسف سمیجہ، علی پور۔

❁ اگست کا شمارہ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ خاص طور پر آزاد پاکستان (مسعود احمد برکاتی) بہت پسند آیا۔ اس کے علاوہ دس منٹ (شازیہ فرحین)، بلاعنوان کہانی (انور فرہاد) اور نیکی کا اثر (روبنسن سیموئیل گل) اچھی کہانیاں تھیں۔ انکل! ہمدرد نونہال نے بہت ترقی کی ہے اور اب بھی کر رہا ہے، لیکن اس میں سلسلے وار کہانی کی کمی ہے۔ سہیل احمد بابوزئی، کراچی۔

❁ اگست کا شمارہ پڑھ کر مزہ آ گیا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی لگیں۔ لطیفے بھی بہت زبردست تھے۔ ہم سب گھر والے ہمدرد نونہال بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ سرورق کے لیے تصویر بھیجنے کا طریقہ بتا دیں۔ صلاح الدین، طیبہ نور، بلوچستان۔

> دو تین سال کے بچے کی رنگین تصویریں مختلف پوز میں اُتروائیں۔ بچہ ہنستا بولتا ہو۔ سرورق کی تصویروں کا فیصلہ ایک کمیٹی کرتی ہے۔

❁ اگست کا شمارہ خوب تھا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات نے ہمیں پاکستان سے محبت کا احساس دلایا۔ روشن خیالات نے ایک بار پھر بہت متاثر کیا۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر آزاد پاکستان نے بھی خوب جوش و جذبہ اُبھارا۔ کہانیوں میں سب سے زیادہ نیکی کا اثر اچھی لگی۔ اس کے علاوہ احمق مددگار بھی خوب تھی۔ بلاعنوان کہانی بھی لاجواب تھی۔ مضمون اپنے دوست سے ملیے بھی بہت اچھی لگا۔ ہنسی گھر کمال کا تھا۔ راحم فرخ خان، کراچی۔

❁ اگست کے شمارے کا سرورق بہت پیارا لگ رہا تھا۔ پورا نونہال پڑھ کر بہت لطف اُٹھایا۔ آزاد پاکستان (مسعود احمد برکاتی) تحریر سپرہٹ اور سبق آموز تھی۔ پڑھ کر وطن سے محبت کا جذبہ جاگ اُٹھا۔ کہانیوں میں احمق مددگار، آخری ریس اور نیکی کا سفر بہت ہی دل چسپ کہانیاں تھیں۔ البتہ گم شدہ شیروانی کہانی پڑھ کر بالکل مزہ نہیں آیا۔ کرن حسین، اسد علی، فہد فدا حسین، فیوچر کالونی۔

❁ اگست کا شمارہ سب سے منفرد تھا۔ آخری ریس، دس منٹ اور بلاعنوان کہانی بہترین تھیں۔ آزاد پاکستان کو مسعود احمد برکاتی نے واقعی انتہائی خلوص سے سمجھایا۔ نظموں میں خوش خوش رہنا، پیار سے، ماں باپ شان دار تھیں۔ عاقب اسماعیل، سارہ اسماعیل، جویریہ اسماعیل، عائشہ اسماعیل، میر پور خاص۔

❁ اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ آخری ریس اور بلاعنوان کہانی ٹاپ پر تھیں۔ محمد شہیر یاسر، راولپنڈی۔

❁ احمق مددگار، بلاعنوان کہانی، دس منٹ اور قلعی کھل گئی مزاحیہ، مگر بہت خوب صورت تھیں۔ نیکی کا اثر جیسی کہانیاں پڑھ کر تو دل میں نیکی کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایمان خان، کراچی۔

❁ اگست کے شمارے نے تو دل خوش کر دیا۔ نعتِ رسولِ مقبولؐ پڑھ کر دل کو سکون محسوس ہوا۔ لطیفوں کی کیا ہی بات ہے۔ ہر کہانی زبردست اور سبق آموز تھی۔ کہانیاں آخری ریس، دس منٹ اور احمق مددگار اچھی لگیں۔ حمزہ ساجد، کوئٹہ۔

❁ اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ خاص طور پر سید مسعود احمد برکاتی پر لکھا مضمون ''اپنے دوست سے ملیے'' اور کتب خانوں کی اہمیت بہت پسند آئے۔ میں پچھلے تین سال سے ہمدرد نونہال پڑھ رہا ہوں۔ اس رسالے کے بارے میں مجھے میری ٹیچر نے بتایا تھا۔ ہمدرد نونہال کی وجہ سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ عمیر رفیق، کراچی۔

❁ دس منٹ، گم شدہ شیروانی، بلاعنوان کہانی، آخری ریس شان دار کہانیاں ہیں۔ انیقہ، عفیفہ، امجد نور، سکھر۔

❁ اگست کا شمارہ دیکھا تو دل خوشی سے بھر گیا۔ یوم آزادی کے بارے میں نظمیں اچھی تھیں۔ کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ ہمدرد نونہال کی جتنی بھی تعریف کی جائے، کم ہے۔ محمد اشرف دلیوالی، میانوالی۔

❁ اگست کا شمارہ بہترین تھا۔ بلاعنوان کہانی بہت چھوٹی لیکن مزے دار تھی۔ دیگر کہانیوں میں دس منٹ، نیکی کا اثر، احمق مددگار اچھی اور گم شدہ شیروانی تو بہت ہی اچھی تھی۔ زرشت نعیم راؤ، حیدر آباد۔

❁ اگست کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ''آخری ریس'' کہانی سب سے زیادہ پسند آئی۔ دس منٹ، احمق مددگار، بلاعنوان کہانی دوسرے نمبر پر رہیں۔ گم شدہ شیروانی، قلعی کھل گئی، وھیل سمندر کا ہاتھی بہت ہی پسند آئیں۔ محمد بلال یوسف، جھنگ۔

❁ اگست کا شمارہ ایک خوب صورت سرورق کے ساتھ ملا۔ جاگو جگاؤ میں حکیم سعید کی یادگار باتیں پڑھیں۔ اس مہینے کا خیال پسند آیا۔ روشن خیالات میں تمام اقوال پسند آئے۔ نعتِ رسولِ مقبول بھی پسند آئی۔ آزاد پاکستان کے بارے میں نئے خیالات اُبھرے۔ علی حیدر، جھنگ۔

❁ ''آزاد پاکستان'' میں پاکستان کے بارے میں مسعود احمد برکاتی کی لکھی ہوئی باتیں بہت پسند آئیں۔ یقیناً میری طرح ہر نونہال کو یہ دل چسپ تحریر بہت پسند آئی ہوگی۔ کہانیوں میں نیکی کا اثر بہت پسند آئی۔ دل کو چھو لینے والی کہانی تھی۔ احمق مددگار کہانی پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور تھوڑا افسوس بھی ہوا۔ محمد جہانگیر عباس جوئیہ، کراچی۔

❁ کہانی آخری ریس میں گھوڑا بہت عقل مند تھا۔ کہانی پڑھنے میں بڑا مزہ آیا۔ بلاعنوان کہانی بھی اچھی رہی۔ احمق مددگار کہانی میں مزہ آیا۔ سرورق کی تصویر اچھی نہیں لگی۔ نظموں میں خوش خوش رہنا (شمس القمر عاکف)، پیار سے (کرشن پرویز) اور ماں باپ (ڈاکٹر مسعود رضا قاضی) اچھی اور دل چسپ تھیں۔ زہیر احمد بن ذوالفقار بلوچ، کراچی۔

● اگست کے شمارے کی کہانیوں میں پہلے نمبر پر احمق مددگار، آخری ریس، دوسرے نمبر پر نیکی کا اثر، دس منٹ اور بلاعنوان کہانی اچھی لگیں۔ مضامین اچھے اور سبق آموز تھے۔ حافظ زبیر بن ذوالفقار بلوچ، کراچی۔

● اگست کا شمارہ سپر ہٹ تھا۔ سرورق بھی بہت شان دار تھا۔ احمق مددگار، آخری ریس اور دس منٹ بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ انکل! کیا آپ نونہال بک کلب کا کارڈ بھیج سکتے ہیں؟ بلال مجید، ٹوبہ ٹیک سنگھ۔

کس پتے پر بھیجیں؟ میاں! اپنا پورا نام، پتا صاف صاف لکھ کر بھیجیں۔

● کہانیاں تو بہترین تھیں، مگر سرورق اچھا نہیں لگا۔ نظمیں لاجواب تھیں۔ مضامین اچھے اور عمدہ تھے۔ نیکی کا اثر، احمق مددگار، بلاعنوان کہانی اور دس منٹ اچھی کہانیاں تھیں۔ آسیہ ذوالفقار، حمنہ ذوالفقار، کراچی۔

● بلاعنوان کہانی نے دل جیت لیا۔ نظمیں اور مضامین بھی لاجواب تھے۔ تمام مستقل سلسلے اچھے ہیں، مگر سرورق بالکل پسند نہیں آیا۔ عافیہ ذوالفقار، کراچی۔

● کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں نیکی کا اثر (روبنس سیموئیل گل)، قلعی کھل گئی (عشرت رحمانی)، دس منٹ (شازیہ فرحین) اور بلاعنوان کہانی (انور فرہاد) پسند آئی۔ گم شدہ شیروانی (انوار آس محمد) بھی اچھی اور دل چسپ کاوش تھی۔ سرورق بہت اچھا لگا۔ نظمیں اور باقی تمام سلسلے عمدہ تھے۔ مضامین میں آزاد پاکستان (مسعود احمد برکاتی)، وھیل۔ سمندر کا ہاتھی (شیخ عبدالحمید عابد) اور اپنے دوست سے ملیے پسند آئے۔ عالیہ ذوالفقار، کراچی۔

● اگست کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ دس منٹ، احمق مددگار، بلاعنوان کہانی، آخری ریس، نیکی کا اثر، قلعی کھل گئی اور گم شدہ شیروانی پسند آئیں۔ باقی سلسلے بہت اچھے تھے۔ سرورق دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ بیت بازی، علم دریچے اور آدھی ملاقات اچھے اور عمدہ سلسلے ہیں۔ ناعمہ ذوالفقار، کراچی۔

● اگست کا شمارہ بے حد پسند آیا۔ احمق مددگار پڑھ کر لوٹ پوٹ ہوگئے۔ کہانی نیکی کا اثر نے نیکی کا جذبہ اُبھارا، باقی تحریریں بھی اچھی تھیں۔ مسعود احمد برکاتی صاحب کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ بی بی سمیرہ، بتول اللہ بخش،

● ہمدرد نونہال ایک بہت اچھا رسالہ ہے۔ یہ ہم نونہالوں کی بہت اچھے طریقے سے تربیت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام اسٹاف کو مزید بہتر اور لگن سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگست کے شمارے میں بھی تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ کسی ایک کی تعریف کرنا زیادتی ہے، کیوں کہ ہر لکھاری نے اپنی طرف سے اچھی کوشش کی ہے۔ صبا معراج، کولشا رنگ۔

● کہانیوں میں گم شدہ شیروانی سپر ہٹ رہی اور بلاعنوان کہانی نے بھی دل جیت لیا۔ البتہ لطیفے بہت کم تھے اور کچھ خاص بھی نہ تھے۔ انکل! اب ہنڈ کلیا کی باری کب آئے گی؟ افرح صدیقی، کورنگی، کراچی۔

● سرورق کی تصویر نے اس رسالے میں آٹھ چاند کا اضافہ کیا۔ کہانیاں تمام کی تمام اچھی تھیں، مگر قلعی کھل گئی بالکل سمجھ میں نہیں آئی۔ بیت بازی اچھی تھی۔ سعد احمد صدیقی، کورنگی، کراچی۔

● اگست کا شمارہ بہت بہت اچھا لگا۔ کہانیوں میں آخری ریس، گم شدہ شیروانی، دس منٹ اور احمق مددگار اچھی تھیں۔ ساری نظموں کو ۱۴۔ اگست کے حوالے سے ہونا چاہیے تھا۔ بلاعنوان کہانی بھی اچھی لگی۔ مریم ایاز صدیقی، کورنگی، کراچی۔

● اگست کا شمارہ بہت اچھا لگا۔ دس منٹ، احمق مددگار،

• شمارہ اگست الف سے یے تک واہ واہ تھا۔ عمارہ احمد صدیقی، کورنگی، کراچی۔

• جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح زبردست تھیں۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی اور آخری ریس سب سے زیادہ اچھی لگیں۔ اس کے علاوہ نیکی کا اثر، احمق مددگار، دس منٹ اور گم شدہ شیروانی بھی اچھی تھیں۔ امامہ عاکفین، حاصل پور۔

• اگست کا شمارہ دیکھ کر دل خوش ہوگیا۔ ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ نیکی کا اثر پڑھ کر ہمارا دل بھی چاہا کہ کسی غریب کی مدد کریں۔ گم شدہ شیروانی، دس منٹ، آخری ریس، بلاعنوان کہانی اور آزاد پاکستان سبق آموز کہانیاں تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ نظمیں بھی ساری اچھی لگیں۔ حبیبہ جیا، عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

• سرورق بہت اچھا تھا۔ نیکی کا اثر پڑھ کر پتا چلا کہ ایک نیکی کتنی دور تک پھیلتی ہے۔ احمق مددگار پڑھ کر چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ معلومات ہی معلومات سے ہمیں معلومات ملیں۔ دس منٹ حقیقت کے قریب تھی۔ آخری ریس بھی اچھی تھی، واقعی گھوڑا ایک وفادار جانور ہے اور ۱۴۔اگست کے حوالے سے کہانیاں زبردست تھیں۔ مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

• ساری کہانیاں سپرہٹ تھیں۔ خاص طور پر نیکی کا اثر پڑھ کر معلوم ہوا کہ واقعی نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ احمق مددگار پڑھ کر معلوم ہوا کہ ہمیں بھی اپنی عقل استعمال کرنی چاہیے۔ گم شدہ شیروانی، دس منٹ، بلاعنوان کہانی، آخری ریس اے ون کہانیاں تھیں۔ مسکراتی لکیریں پڑھ کر ہنسی چھوٹ گئی۔ نظمیں بھی ساری اچھی لگیں۔ عائشہ اسماء عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔

• اگست کا شمارہ بھی ہر شمارے کی طرح بہت اچھا تھا۔ کہانیاں پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ کہانیوں میں نیکی کا اثر، احمق مددگار، گم شدہ شیروانی، دس منٹ اور آخری ریس پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ہنسی گھر پڑھ کر سب گھر والے ہنسنے پر مجبور ہوگئے۔ اُلفت شمسہ، گجرات۔

• تازہ شمارہ بہت ہی زبردست تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں، ہر شمارہ آپ کی انتھک محنت کی وجہ سے ہمیشہ اُمید سے بڑھ کر ہوتا ہے اور ہر دفعہ کچھ نیا سیکھنے کو ملتا ہے۔ آصف بوزدار، میرپور ماتھیلو۔

• تعلیم دینے والا یہ رسالہ مجھے بہت پسند ہے۔ شہید حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہت اچھا تھا۔ اس مہینے کا خیال بہت اچھا تھا۔ نعتِ رسولِ مقبول (سید سخاوت علی جوہر) بہت پسند آئی۔ نیکی کا اثر، احمق مددگار، قلعی کھل گئی، آخری ریس، دس منٹ اور گم شدہ شیروانی بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ معلومات ہی معلومات (غلام حسین میمن) بہت اچھا سلسلہ ہے۔ نونہال خبرنامہ سے بہت کچھ جاننے کو ملا۔ مسکراتی لکیریں اور ہنسی گھر پڑھ کر ہنس ہنس کر بُرا حال ہوگیا۔ ثار کالونی، فیصل آباد۔

• اگست کے شمارے کا سرورق لاجواب تھا۔ ہرے اور سفید رنگ کا لباس پہنے بچی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی دس منٹ لگی۔ آپ کا مضمون ''آزاد پاکستان'' مہینے کی مناسبت سے اچھا لگا۔ کاش ہم ایسے مخلص ہی ہوجائیں۔ نیکی کا اثر دل پر اثر کرگئی۔ احمق مددگار نے بہت ہنسایا، یہ تحریر اچھی لگی۔ معلومات ہی معلومات اچھا سلسلہ ہے۔ اسے جاری رکھیں۔ آخری ریس میں جیکی نے متاثر کیا۔ عرشیہ نوید حسنات، کراچی۔

• اگست کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ کہانی دس منٹ، آخری ریس اور نیکی کا اثر بہت پسند آئی مجھے اور میرے تمام گھر والوں کو نظمیں بھی سب بہت اچھی لگیں۔ غرض کہ پورا رسالہ بہترین

تھا۔ شیروننیہ ثنا، حیدرآباد۔

● اگست کا شمارہ لاجواب تھا۔ نیکی کا اثر، احمق مددگار، آخری ریس اور قلعی کھل گئی پڑھ کر مزہ آیا۔ لطیفے کچھ خاص نہیں تھے۔ اصبح احمد، مظفرآباد۔

● اگست کا شمارہ پڑھا ہر کہانی خوب تھی۔ احمق مددگار (کرشنا سلویا) بھی خوب مزے دار لگی۔ واقعی اگر جمی اسے اپنے انگلی کی سائز کی گاجر لانے کو کہتے تو سائمن اپنے دستانے اتار کر اور گاجر ان میں ڈال کر سائز دیکھتا۔ آزاد پاکستان (مسعود احمد برکاتی) بھی بہت اچھی لگی۔ قلعی کھل گئی (عشرت رحمانی) بھی خوب تھی۔ انعم صابر، کراچی۔

● اگست کا ہمدرد نونہال عمدہ تھا۔ سب سے بہترین بلاعنوان کہانی تھی۔ اس کے بعد آخری ریس اچھی لگی۔ باقی تمام کہانیاں بھی اچھی لگیں۔ عریشہ، آمنہ، سیف، جویریہ، کراچی۔

● ۱۴-اگست کے حوالے سے سرورق بہت اچھا تھا۔ مضمون اپنے دوست سے ملیے (نسرین شاہین) بہت پسند آیا۔ اس کے علاوہ مستقل سلسلوں میں معلومات ہی معلومات، معلومات افزا، بلاعنوان کہانی (انور فرہاد) بہت پسند آئی۔ اس کے علاوہ باقی ساری کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ مریم سہیل، کراچی۔

● اگست کا شمارہ بہترین تھا۔ کہانیوں میں دس منٹ، آخری ریس، اور احمق مددگار بہت اچھی تھیں۔ ربیعہ علی، جگہ نا معلوم۔

● اگست کا شمارہ امید سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ کہانیوں میں نیکی کا اثر، احمق مددگار، آخری ریس اور دس منٹ بہترین تھیں۔ اس بار لطیفے اور بلاعنوان کہانی کچھ خاص نہیں لگی۔ باقی پورا شمارہ آپ کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ سید اویس عظیم علی، کراچی۔

● اگست کا شمارہ ہر لحاظ سے بہت پسند آیا۔ جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک تمام چیزیں سپرہٹ تھیں۔ ہمدرد نونہال میں انعامی سلسلے بڑھا دیں، مہربانی ہوگی۔ عبدالسمیع محمد ایوب، کراچی۔

● اگست کے شمارے کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ جاگو جگاؤ، پہلی بات، روشن خیالات نے پورے نونہال کو روشن کر دیا۔ تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ نیکی کا اثر، بلاعنوان کہانی، احمق مددگار تو بہت ہی اچھی لگی۔ تمام نظمیں بھی اچھی تھیں۔ ہنسی گھر کی بات ہی کیا ہے، اچھے اچھے لطیفے تھے۔ نونہال مصور میں سب کی مصوری اچھی لگی۔ اگر تصویر خانہ کے لیے تصویر بھیجنی ہو تو تصویر کو کاغذ پر پیسٹ کرنا ہوگا یا تصویر کے پیچھے نام لکھنا ہوگا؟ تابیہ سعود، کراچی۔

تصویر کے پیچھے نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ تصویر پیسٹ نہ کریں۔

● مجموعی طور پر نونہال اچھا جا رہا ہے۔ معلومات افزا سے علم میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا ہے۔ سلیم فرخی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ریاض الدین منصوری، سانگھڑ۔

● تازہ شمارہ حسب معمول دل چسپ تھا۔ پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ تمام سلسلے اپنی مثال آپ تھے۔ نام پتا نامعلوم۔

● اگست کا شمارہ ہر لحاظ سے بہترین تھا۔ کہانی آخری ریس پڑھ کر رونے کو دل چاہا۔ بلاعنوان کہانی بھی کم نہیں تھی۔ مسکراتی لکیریں بھی بے حد پسند آئیں۔ نونہال خبرنامہ، معلومات ہی معلومات اور معلومات افزا سے نئی معلومات ملیں۔ زین علی، نیاز قدیر، بھٹائی کالونی۔

● اگست کا شمارہ ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا۔ ہر کہانی دل چسپ اور سبق آموز تھی۔ میں باقاعدگی سے نونہال پڑھتی ہوں اور پڑھنے کے بعد دوسرے بچوں کو پڑھنے کے لیے دیتی ہوں۔ میرے سب گھر والوں کو بھی نونہال بہت پسند ہے۔ لامہ عالم، تعنب عالم، حمزہ عالم، اقرا ملیاقت، کراچی۔ ☆

نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
ہانک	ہ ا ن ک	آواز۔ پکار۔ غُل۔ شور۔ چیخ۔ دہائی
کُند ذہن	کُ ن د ذِ ہ ن	غبی۔ دیر میں سمجھنے والا۔ کم عقل۔ کم زور حافظے والا۔ بے وقوف۔
آبدیدہ	آ ب دِ ی دَ ہ	جس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوں۔ رونے والا۔ دلگیر۔ غمگین۔
فَرِیق	فَ رِ ی ق	جماعت۔ گروہ۔ فرقہ۔ جتھا۔ ٹولی۔
بَیاض	بَ یا ض	سفیدی۔ اُجلاپن۔ اشعار اور مضامین لکھنے کی کتاب۔ یادداشت کی کاپی۔
حُرمت	حُ ر مَ ت	عزت۔ آبرو۔ عظمت۔ حرام ہونا۔ بڑائی۔
مُستحکم	مُ س تَ ح کَ م	مضبوط۔ پکا۔ سخت۔ قائم رہنے والا۔
جُنون	جُ نُو ن	دیوانگی۔ پاگل پن۔ عشق۔ غصہ آنا۔ طیش آنا۔ سودا۔ خبط۔
ضَابطہ	ضَا بِ طہ	قاعدہ۔ قانون۔ دستور العمل۔ آئین۔
وِصال	وِ صَا ل	انسان کا خدا سے جا ملنا۔ مرجانا۔ انتقال کر جانا۔
بے سُود	بے سُو د	بے فائدہ۔ بے نتیجہ۔ عبث۔
نَاروا	نَا رَ وَ ا	ناجائز۔ بے جا۔ خلاف شرع۔ نامقبول۔ ناپسند۔ نامناسب۔
حَامل	حَا مِ ل	بوجھ اُٹھانے والا۔ بوجھ لے جانے والا۔ مزدور۔ قلی۔
اِفاقہ	اِ فَا قَہ	بیماری یا تکلیف میں کمی ہونا۔ صحت۔ آرام۔ شفا۔